تفسير
سورة آل عمران
و
النساء

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ

تفسیر

سورۃ آلِ عمران و النسآء

بیان فرمودہ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

پیش لفظ

سیّدنا حضرت مہدی معہود و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصانیف اور تقاریر میں سورۃ آل عمران و سورۃ النساء کی جن آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے، ہم اسے یکجا کر کے احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کی تیاری، کتابت اور طباعت میں جن احباب نے حصّہ لیا ہے، اُن سب کو اپنے فضلوں، برکتوں اور رحمتوں سے نوازے (آمین)

خاکسار

ابوالمنیر نورالحق

ابوالمنیر نورالحق مینجنگ ڈائرکٹر ادارۃ المصنّفین، ربوہ

۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء

یہی لوگ واقعی طور پر کافر اور پکّے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۹)

(آیت ۱۵۵) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ یعنی خدا تعالیٰ نے بباعث ان کی بے ایمانیوں کے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔
(جنگ مقدس پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۰)

(آیات ۱۵۶-۱۵۸) وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ۙ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اس آیتہ میں دونوں جملوں کا جواب ہے اور خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ نہ تو عیسیٰ کی ناجائز ولادت ہے اور نہ وہ صلیب پر مرا بلکہ دھوکے سے سمجھ لیا گیا کہ مر گیا ہے اس لیے وہ مقبول ہے اور اس کا اور نبیوں کی طرح خدا کی طرف رفع ہو گیا ہے۔ اب کہاں ہیں وہ مولوی جو آسمان پر حضرت عیسیٰ کا جسم پہنچاتے ہیں یہاں تو سب جھگڑا ان کی روح کے متعلق تھا جسم سے اس کو کچھ علاقہ نہیں۔ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۱۳)

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ مسیح فوت نہیں ہوا کیا مرنے کے لیے یہی ایک راہ ہے کہ انسان قتل کیا جائے یا صلیب پر کھینچا جائے بلکہ اس نفی سے مدعا اور مطلب یہ ہے کہ توریت استثنا باب ۲۱ آیت ۲۳ میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے اور یہود جنہوں نے اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ کو

پھانسی دیدیا تھا وہ بہ تمسک اِس آیت کے یہ خیال رکھتے تھے کہ مسیح ابن مریم نہ نبی تھا اور نہ مقبول الٰہی کیونکہ وہ پھانسی دیا گیا اور توریت بیان کر رہی ہے کہ جو شخص پھانسی دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے سو خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اصل حقیقت ظاہر کر کے اُن کے اِس قول کو رد کرے سو اُس نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت مصلوب نہیں ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص۳۴۶-۳۴۷)

اور یہودی جو خدائے تعالیٰ کی رحمت اور ایمان سے بے نصیب ہو گئے اُس کا سبب اُن کے وہ بُرے کام ہیں جو انہوں نے کیے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ لو ہم نے اُس مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا جو رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا (یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ رسول اللہ کو قتل کر دیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو رسول جانتے تھے کیونکہ اگر وہ اُس کو سچّا رسول جانتے تو سولی دینے کے لیے کیوں آمادہ ہوتے بلکہ یہ قول اُن کا کہ لو ہم نے اِس رسول کو پھانسی دیدیا بطور استہزا کے تھا اور اِس ہنسی ٹھٹھا کی بنا توریت کے اُس قول پر تھی جو لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جائے وہ ملعون ہے یعنی خدائے تعالیٰ کی رحمت اور قُرب الٰہی سے دور و مہجور ہے اور یہودیوں کے اِس قول سے مدّعا یہ تھا کہ اگر عیسیٰ ابن مریم سچّا رسول ہوتا تو ہم اُس کو پھانسی دینے پر ہرگز قادر نہ ہو سکتے کیونکہ توریت بلند آواز سے پُکار رہی ہے کہ مصلوب لعنتی ہوتا ہے) اب قرآن شریف اِس آیت کے بعد فرماتا ہے کہ درحقیقت یہودیوں نے مسیح ابن مریم کو قتل نہیں کیا اور نہ پھانسی دیا بلکہ یہ خیال اُن کے دلوں میں شبہ کے طور پر ہے یقینی نہیں اور خدائے تعالیٰ نے اُن کو آپ ہی شبہ میں ڈال دیا ہے تا اُن کی بیوقوفی اُن پر اور نیز اپنی قادریت اُن پر ظاہر کرے اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو اس شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ شاید مسیح پھانسی ہی مل گیا ہو اُن کے پاس کوئی یقینی و قطعی دلیل اس بات پر نہیں صرف ایک ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ انہیں یقینی طور پر اس بات کا علم نہیں کہ مسیح پھانسی دیا گیا بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور اپنی طبعی موت سے مرا اور خدائے تعالیٰ نے اُس کو راستبازبندوں کی طرح اپنی طرف اُٹھا لیا اور خدا عزیز ہے ان کو عزت دیتا ہے جو اُس کے ہو رہتے ہیں اور حکیم ہے اپنی حکمتوں سے اُن لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے جو اُس پر توکل کرتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اِس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لاوے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ یعنی ہم جو پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کوئی اہل کتاب اس بات پر دلی یقین نہیں رکھتا کہ درحقیقت مسیح مصلوب ہو گیا ہے کیا عیسائی اور کیا یہودی صرف ظن اور شُبہ کے طور پر اُن کے مصلوب ہونے کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا بیان صحیح ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں اُس کی موت کے بارہ میں اُنہیں خبر نہیں کہ وہ کب مرا سو اُس کی ہم خبر دیتے ہیں کہ وہ مر گیا اور اُس کی روح عزت کے ساتھ ہماری طرف اُٹھائی گئی۔

اِس جگہ یاد رہے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ کہنا کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں کہ ہمارے اِس بیان پر جو اُن کے خیالات کے بارہ میں ہم نے ظاہر کیا ایمان نہ رکھتا ہو یہ ایک اعجازی بیان ہے اور یہ اس آیت کے موافق ہے جیسا کہ یہودیوں کو فرمایا

تھا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ[۱]۔ سو اس فرمانے سے مدّعا یہ تھا کہ درحقیقت یہودیوں کا یہ بیان کہ ہم نے درحقیقت مسیح کو پھانسی دیدیا جس سے یہ نتیجہ نکالنا منظور تھا کہ نعوذ باللہ مسیح ملعون ہے اور نبی صادق نہیں اور ایسا ہی عیسائیوں کا یہ بیان کہ درحقیقت مسیح پھانسی کی موت سے مرگیا جس سے یہ نتیجہ نکالنا منظور تھا کہ مسیح عیسائیوں کے گناہ کے لیے کفارہ ہوا۔ یہ دونوں خیال یہودیوں اور عیسائیوں کے غلط ہیں اور کسی کو ان دونوں گروہ میں سے ان خیالات پر دلی یقین نہیں بلکہ دلی ایمان ان کا صرف اسی پر ہے کہ مسیح یقینی طور پر مصلوب نہیں ہوا۔ اس تقریر سے خدائے تعالیٰ کا یہ مطلب تھا کہ تا یہودیوں اور عیسائیوں کی خاموشی سے منصفین قطعی طور پر سمجھ لیویں کہ اس بارے میں بجز شک کے اُن کے پاس کچھ نہیں اور یہودی اور عیسائی جو اس آیت کو سن کر چپ رہے اور انکار کے لیے میدان میں نہ آئے تو اُس کی یہ وجہ تھی کہ وہ خُوب جانتے تھے کہ اگر ہم مقابل پر آئے اور وہ دعویٰ کیا جو ہمارے دل میں نہیں تو ہم سخت رُسوا کیے جائیں گے اور کوئی ایسا نشان خدائے تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو جائے گا جس سے ہمارا جھُوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا اس لیے اُنہوں نے دم نہ مارا اور چپ رہے اور اگرچہ وہ خوب جانتے تھے کہ ہماری اس خاموشی سے ہمارا مان لینا ثابت ہو جائے گا جس سے ایک طرف تو اِن کفار کے اس عقیدہ کی بیخکنی ہو گی اور ایک طرف یہ یہودی عقیدہ باطل ثابت ہو جائیگا کہ مسیح خدائے تعالیٰ کا سچا رُسول اور راست باز نہیں اور ان میں سے نہیں جن کا خدائے تعالیٰ کی طرف عزّت کے ساتھ رفع ہوتا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّائی کی چمکتی ہوئی تلوار اُن کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی پس جیسا کہ قرآن شریف میں اُنہیں کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنّا کرو لیکن مارے خوف کے کسی نے یہ تمنا نہ کی اسی طرح اس جگہ بھی مارے خوف کے انکار نہ کر سکے یعنی یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ ہم تو مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین رکھتے ہیں ہمیں کیوں بے یقینوں میں داخل کیا جاتا ہے سو اُن کا نبی کے زمانہ میں خاموشی اختیار کرنا ہمیشہ کے لیے حجت ہو گئی اور اُن کے ساختہ پرداختہ کا اثر اُن کی آنے والی ذریتوں پر بھی پڑا کیونکہ سلف خلف کے لیے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور اُن کی شہادتیں آنے والی ذُرّیت کو ماننی پڑتی ہیں۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے جو اس بحث کو چھیڑا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا اس تمام بحث سے یہی غرض تھی کہ مسیح کے مصلُوب ہونے سے دو مختلف فرقے یعنی یہود اور عیسائی دو مختلف نتیجے اپنی اپنی اغراض کی تائید میں نکالتے تھے۔ یہودی کہتے تھے کہ مسیح مصلوب ہو گیا اور توریت کی رو سے مصلوب لعنتی ہوتا ہے یعنی قرب الٰہی سے مہجور اور رفع کی عزت سے بے نصیب رہتا ہے اور شان نبوت اس حالت ذلّت سے برتر و اعلیٰ ہے۔ اور عیسائیوں نے یہودیوں کی لعن وطعن سے گھبرا کر یہ جواب بنایا تھا کہ مسیح کا مصلوب ہونا اُس کے لیے مُضر نہیں بلکہ یہ لعنت اُس نے اِس لیے اپنے ذمہ لے لی کہ تا گنہ گاروں کو لعنت سے چھڑا وے سو خدائے تعالیٰ نے ایسا فیصلہ کیا کہ اِن دونوں فریق کے بیانات مذکورہ بالا کو کالعدم کر دیا اور ظاہر فرما دیا کہ کسی کو اِن دونوں گروہ میں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں اور اگر ہے تو وہ سامنے آوے سو وُہ بھاگ گئے اور کسی نے دم بھی نہ مارا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کا ایک معجزہ

[۱] البقرۃ آیت ۹۵

ہے جو اِس زمانہ کے نادان مولویوں کی نگاہ سے چھپا ہوا ہے اور مجھے اُس ذات کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی اور اسی وقت کشفی طور پر یہ صداقت مذکورہ بالا میرے پر ظاہر کی گئی ہے اور اُسی معلّم حقیقی کی تعلیم سے میں نے وہ سب لکھا ہے جو ابھی لکھا ہے فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

اور عقلی طور پر بھی اگر دیکھا جائے تو اِس بیان کی سچائی پر ہر یک عقل سلیم گواہی دیگی کیونکہ خدائے تعالیٰ کا کلام لغو باتوں سے منزہ ہونا چاہیئے اور ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس بحث میں یہ مقاصد عظمیٰ درمیان نہ ہوں تو یہ سارا بیان ایسا لغو ہوگا جس کے تحت کوئی حقیقت نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ جھگڑا کہ کوئی نبی پھانسی ملا یا اپنی طبعی موت سے مرا بالکل بیفائدہ جھگڑا ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ سو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اِس پُر جوش اور ردّ و قدح کے بیان میں کہ کسی یہودی یا عیسائی کو یقینی طور پر مسیح کی مصلوبیت پر ایمان نہیں کونسی بڑی غرض رکھتا ہے اور کونسا بھارا مدعا اُس کے زیر نظر ہے جس کے اثبات کے لیے اُس نے دونوں فریق یہود اور نصاریٰ کو خاموش اور لاجواب کر دیا ہے سو یہی مُدعا ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے اپنے اِس عاجز بندہ پر کہ جو مولویوں کی نظر میں کافر اور مُلحد ہے اپنے خاص کشف کے ذریعہ سے کھولدیا ہے۔

اے خدا جانم براسرارت فدا — اُمّیاں را مے دہی فہم و ذکا

در جہانت ہیچو من اُمّی کجاست — در جہالت ہا مرا نشو و نما ست

کِرمکے بودم مرا کردی بشر — من عجب تر از مسیحے بے پدر

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسیح کی عدم مصلوبیت پر انجیل کی رو سے کوئی استدلال پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی یہ ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں کہ گو بظاہر صورت مسیح کو صلیب ہی دی گئی ہو مگر تکمیل اُس فعل کی نہ ہوئی ہو یعنی اُس صلیب کی وجہ سے وفات یاب نہ ہوا ہو۔

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اناجیل اربعہ قرآن شریف کے اِس قول پر کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ صاف شہادت دے رہی ہیں کیونکہ قرآن کریم کا منشا مَا صَلَبُوْهُ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدائے تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا اور یہودیوں کی طرف سے اُس فعل یعنی قتل عمد کا اقدام تو ہوا مگر قدرت اور حکمت الٰہی سے تکمیل نہ پاسکا اور جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہے یہ واقعہ پیش آیا کہ جب پلاطوس سے صلیب دینے کے لیے یہودیوں نے مسیح کو جو حوالات میں تھا مانگا تو پلاطوس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مسیح کو چھوڑ دے کیونکہ وہ صاف دیکھتا تھا کہ مسیح بے گناہ ہے لیکن یہودیوں نے بہت اصرار کیا کہ اس کو صلیب دے اور سب مولوی اور فقیہہ یہودیوں کے اکٹھے ہو کر کہنے لگے کہ یہ کافر ہے اور توریت کے احکام سے لوگوں کو پھیرتا ہے۔ پلاطوس اپنے دل میں خوب سمجھتا تھا کہ ان جزئی اختلافات کی وجہ سے ایک راست باز آدمی کو قتل کر دینا بے شک سخت گناہ ہے اسی وجہ سے وہ حیلے پیدا کرتا تھا کہ کسی طرح مسیح کو چھوڑ دیا جائے مگر حضرات

مولوی کب باز آنے والے تھے۔ اُنہوں نے جھٹ ایک اور بات بنالی کہ یہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں اور درپردہ قیصر کی گورنمنٹ سے باغی ہے اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو پھر یاد رکھ کہ ایک باغی کو تو نے پناہ دی تب پلاطوس ڈر گیا کیونکہ وہ قیصر کا ماتحت تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی اُس خون ناحق سے ڈرتا رہا اور اُس کی عورت نے خواب دیکھی کہ یہ شخص راست باز ہے اگر پلاطوس اس کو قتل کرے گا تو پھر اسی میں اُس کی تباہی ہے سو پلاطوس اس خواب کو سُن کر اور بھی ڈھیلا ہو گیا اس خواب پر غور کرنے سے جو انجیل میں لکھی ہے ہر یک ناظر بصیر سمجھ سکتا ہے کہ ارادہ الٰہی یہی تھا کہ مسیح کو قتل ہو جانے سے بچاوے سو پہلا اشارہ منشاء الٰہی کا اس خواب سے ہی نکلتا ہے اس پر خوب غور کرو۔

بعد اس کے ایسا ہوا کہ پلاطوس نے آخری فیصلہ کے لیے اجلاس کیا اور نابکار مولویوں اور فقیہوں کو بہتیرا سمجھایا کہ مسیح کے خون سے باز آجاؤ مگر وہ باز نہ آئے بلکہ چیخ چیخ کر بولنے لگے کہ ضرور صلیب دیا جاوے دین سے پھر گیا ہے تب پلاطوس نے پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے کہ دیکھو میں اس کے خون سے ہاتھ دھوتا ہوں۔ تب سب یہودیوں اور فقیہوں اور مولویوں نے کہا کہ اس کا خون ہم پر اور ہماری اولاد پر۔

پھر بعد اس کے مسیح اُن کے حوالہ کیا گیا اور اُس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سُننا اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارہ سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اُڑائے جانا اُس کے حق میں مقدر تھا سب اُس نے دیکھا آخر صلیب دینے کے لیے طیار ہوئے یہ جُمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا اس لیے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنے والا تھا جس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اُتاری جائیں مگر اتفاق سے اُسی وقت ایک سخت آندھی آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا یہودیوں کو یہ فکر پڑ گئی کہ اب اگر اندھیری میں ہی شام ہو گئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے سو اُنہوں نے اُس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اُتار لیا۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے بلکہ اس قسم کا کوئی رسہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے اور پھر بعد اس کے ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا مگر خدائے تعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا عید فسح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا سا وقت اور آگے سبت کا خوف اور پھر آندھی کا آجانا ایسے اسباب یک دفعہ پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اُتارے گئے اور پھر ہڈیوں کے توڑنے کے وقت خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس کے

جن کو در پردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا وہ اُس وقت موجود تھے جن کا مدعا یہی تھا کہ کسی طرح یہ بلا مسیح کے سر پر سے ٹل جائے ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے جو پلاطوس کی عورت نے دیکھی تھی اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کسی بلا میں پڑے۔ سو پہلے اُنہوں نے چوروں کی ہڈیاں تڑوائیں اور چونکہ سخت آندھی تھی اور تاریکی ہو گئی تھی اور ہوا تیز چل رہی تھی اس لیے لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں جلد گھروں کو جاویں سو سپاہیوں کا اس موقعہ پر خوب داؤ لگا جب چوروں کی ہڈیاں توڑ چکے اور مسیح کی نوبت آئی تو ایک سپاہی نے یونہی ہاتھ رکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے کچھ ضرور نہیں کہ اس کی ہڈیاں توڑی جائیں اور ایک نے کہا کہ میں ہی اس لاش کو دفن کروں گا اور آندھی ایسی چلی کہ یہودیوں کو اُس نے دھکے دیکر اس جگہ سے نکالا پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا اور پھر وہ حواریوں کو ملا اور اُن سے مچھلی لیکر کھائی لیکن یہودی جب گھروں میں پہنچے اور آندھی فرو ہو گئی تو اپنی ناتمام کارروائی سے شک میں پڑ گئے اور سپاہیوں کی نسبت بھی اُن کے دلوں میں ظن پیدا ہو گیا چنانچہ اب تک عیسائیوں اور یہودیوں کا یہی حال ہے کہ کوئی اُن میں سے قسم کھا کر اور اپنے نفس کے لیے بلا اور عذاب کا وعدہ دیکر نہیں کہہ سکتا کہ مجھے درحقیقت یہی یقین ہے کہ سچ مچ مسیح قتل کیا گیا۔ یہ شکوک اُسی وقت پیدا ہو گئے تھے اور پولُس نے اپنی چالاکی سے کوشش بھی کی کہ ان شکوک کو مٹا دے مگر وہ اَور بھی بڑھتے گئے چنانچہ پولُس کے بعض خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے مسیح جب صلیب پر سے اُتارا گیا تو اُس کے زندہ ہونے پر ایک اور پختہ ثبوت یہ پیدا ہو گیا کہ اُس کی پسلی کے چھیدنے سے فی الفور اُس میں سے خون رواں ہوا۔ یہودی اپنی شتاب کاری کی وجہ سے اور عیسائی انجیل کی روئداد موجودہ کے لحاظ سے اس شک میں شریک ہیں اور کوئی عیسائی ایسا نہیں جو انجیل پر غور کرے اور پھر یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھے کہ سچ مچ مسیح صلیب کے ذریعہ فوت ہو گیا بلکہ ان کے دل آج تک شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس کفارہ کو وہ لیے پھرتے ہیں اُس کی ایسے ریگ کے تودہ پر بناء ہے جس کو انجیل کے بیانات نے ہی برباد کر دیا ہے ..... غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے پھر افسوس کہ ہمارے مولوی صاحبان اِن مقامات پر نظر نہیں ڈالتے اور بعض اُن میں سے بڑی چالاکی سے کہتے ہیں کہ یہ تو ہم نے مانا کہ قرآن کریم یہی فرماتا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا مگر کیا اللہ جل شانہٗ اس بات پر قادر نہیں کہ پھر زندہ کر کے اُس کو دُنیا میں لا دے مگر اِن عُلماء کے علم اور فہم پر رونا آتا ہے اے حضرات! ہم نے یہ بھی مانا کہ خدائے تعالیٰ ہر یک چیز پر قادر ہے چاہے تو تمام نبیوں کو زندہ کر دیوے مگر آپ سے سوال تو یہ کیا تھا کہ قرآن شریف تو حضرت مسیح کو وفات تک پہنچا کر پھر چُپ ہو گیا ہے اگر آپ کی نظر میں کوئی ایسی آیت قرآن کریم میں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ مسیح کو مارنے کے بعد پھر ہم نے زندہ کر دیا تو وہ آیت پیش کیجیے ورنہ یہ قرآن شریف کا مخالفانہ مقابلہ ہے کہ وہ تو مسیح کا فوت ہو جانا بیان کرے اور آپ اُس کے برخلاف یہ دعویٰ کریں کہ مسیح مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ اول صـ ۳۷۰-۳۸۷)

تیسری دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے کہ سورت نساء میں ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۞ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ آپ اس میں بھی قبول کرتے ہیں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ نہیں مگر باوجود اس کے آپ کے دل میں یہ

خیال ہے کہ اس رفع سے رفع مع الجسد مراد ہے کیونکہ مَاقَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ کے ضمیر کا مرجع بھی روح مع الجسد ہے لیکن حضرت آپ کی یہ سخت غلطی ہے۔ نفی قتل اور نفی مصلوبیت سے تو صرف یہ مدعا اللہ جل شانہ کا ہے کہ مسیح کو اللہ جل شانہ نے مصلوب ہونے سے بچالیا اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اس وعدہ کے ایفا کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور اس آیت کے ٹھیک ٹھیک معنے سمجھنے کے لیے اس آیت کو بغور پڑھنا چاہیئے جس میں رفع کا وعدہ ہوا تھا۔ اور وہ آیت یہ ہے یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ[1] حضرت اس رَافِعُكَ اِلَیَّ میں جو رفع کا وعدہ دیا گیا تھا یہ وہی وعدہ ہے جو آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں پورا کیا گیا اب آپ وعدہ کی آیت پر نظر ڈال کر دیکھیئے کہ اس کے پہلے کون لفظ موجود ہیں تو فی الفور آپ کو نظر آجائے گا کہ اس سے پہلے انی متوفیک ہے اب ان دونوں آیتوں کے ملانے سے جن میں سے ایک وعدہ کی آیت اور ایک ایفا وعدہ کی آیت ہے آپ پر کھل جائے گا کہ جس طرز سے وعدہ تھا اسی طرز سے وہ پورا ہونا چاہیئے تھا یعنی وعدہ یہ تھا کہ اے عیسٰی میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اس سے صاف کھل گیا کہ اُن کی روح اٹھائی گئی ہے کیونکہ موت کے بعد روح ہی اٹھائی جاتی ہے نہ کہ جسم۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ میں تجھے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں بلکہ یہ کہا کہ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جو لوگ موت کے ذریعہ سے اُس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اسی قسم کے لفظ اُن کے حق میں بولے جاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے یا خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر گئے۔

(الحق دہلی صفحہ ۳۷-۳۸)

وَمَاقَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ یعنی عیسٰی نہ مصلوب ہوا نہ مقتول ہوا اس بیان سے یہ بات منافی نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر زخمی ہو گئے کیونکہ مصلوبیت سے مراد وہ امر ہے جو صلیب پر چڑھانے کی علت غائی ہے اور وہ قتل ہے اور کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے اس اصل مقصود سے ان کو محفوظ رکھا اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[2] یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا۔ حالانکہ لوگوں نے طرح طرح کے دکھ دیئے وطن سے نکالا دانت شہید کیا انگلی کو زخمی کیا اور کئی زخم تلوار کے پیشانی پر لگائے سو درحقیقت اس پیشگوئی میں بھی اعتراض کا محل نہیں کیونکہ کفار کے حملوں کی علت غائی اور اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی کرنا یا دانت کا شہید کرنا نہ تھا بلکہ قتل کرنا مقصود بالذات تھا سو کفار کے اصل ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے محفوظ رکھا اسی طرح جن لوگوں نے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھایا تھا ان کی اس کارروائی کی علت غائی حضرت مسیح کا زخمی ہونا نہ تھا بلکہ ان کا اصل ارادہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سولی کے ذریعہ سے قتل کر دینا تھا سو خدا نے ان کو اس بدارادہ سے محفوظ رکھا اور کچھ شک نہیں کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے پس قول مَاصَلَبُوْہُ ان پر صادق آیا۔ (ست بچن حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴ صفحہ ۱ حاشیہ)

مجھ سے پہلے یہودیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت بھی یہی ارادہ کیا تھا کہ ناحق مجرم ٹھہرا کر سولی دلادیں۔ مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ کس طرح اُس نے اپنے اُس مقبول کو بچالیا۔ اُس نے پیلاطوس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور

[1] آل عمران آیت ۵۶ [2] المائدہ آیت ۶۸

فرشتہ نے خواب میں اُس کی بیوی کو ایک رُعب ناک نظّارہ میں ڈرایا کہ اس شخص کے مصلوب ہونے میں تمہاری تباہی ہے۔ پس وہ ڈر گئے اور اُس نے اپنے خاوند کو اس بات پر مستعد کیا کہ کسی حیلہ سے مسیح کو یہودیوں کے بد ارادہ سے بچالے پس اگرچہ وہ بظاہر یہودیوں کے آنسو پونچھنے کے لیے صلیب پر چڑھایا گیا لیکن وہ قدیم رسم کے موافق نہ تین دن صلیب پر رکھا گیا جو کسی کے مارنے کے لیے ضروری تھا اور نہ ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ یہ کہہ کر بچالیا گیا کہ "اُس کی تو جان نکل گئی"۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا تا خدا کا مقبول اور راست باز نبی جرائم پیشہ کی موت سے مر کر یعنی صلیب کے ذریعہ سے جان دیکر اُس لعنت کا حصّہ نہ لیوے جو روز ازل سے اُن شریروں کے لیے مقرر ہے جن کے تمام علاقے خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور در حقیقت جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے وہ خدا کے دشمن اور خدا اُن کا دشمن ہو جاتا ہے پس کیونکر وہ لعنت جس کا یہ ناپاک مفہوم ہے ایک برگزیدہ پر وارد ہو سکتی ہے؟ سو اس لیے حضرت عیسٰی علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے۔ اور جیسا کہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے وہ کشمیر میں آکر فوت ہوئے اور اب تک نبی شہزادہ کے نام پر کشمیر میں اُن کی قبر موجود ہے۔ اور لوگ بہت تعظیم سے اُس کی زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو اسلامی ملکوں کی طرف سے اسلام سے پہلے کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ کا نام غلطی سے بجائے یسوع کے کشمیر میں یوز آسف کر کے مشہور ہے جس کے معنے ہیں کہ یسوع غم ناک۔ اور جب پلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نظر آیا اور اُس نے اُس کو دھمکایا کہ اگر یسوع مارا گیا تو تمہاری تباہی ہوگی یہی اشارہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بچانے کے لیے تھا۔ ایسا دُنیا میں کبھی نہیں ہوا کہ اس طرح پر کسی راستباز کی حمایت کے لیے فرشتہ ظاہر ہوا ہو اور پھر رویا میں فرشتہ کا ظاہر ہونا عبث اور لاحاصل گیا ہو اور جس کی سفارش کے لیے آیا ہو وہ ہلاک ہو گیا ہو۔ غرض یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اُس وقت کے یہودی اپنے ارادہ میں نامراد رہے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام جس کوٹھے میں رکھے گئے تھے جو قبر کے نام سے مشہور تھا اور دراصل ایک بڑا وسیع کوٹھا تھا وہ اُس سے تیسرے دن بخیر و عافیت باہر آگئے اور شاگردوں کو ملے اور اُن کو مُبارک باد دی کہ میں خدا کے فضل سے دنیوی زندگی کے ساتھ بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر اُن کے ہاتھ سے لیکر روٹی اور کباب کھائے اور اپنے زخم اُن کو دکھلائے اور چالیس دن تک اُن کے اُن زخموں کا اُس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابادینوں میں مرہم عیسٰی یا مرہم رُسل یا مرہم حواریین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ مرہم چوٹ وغیرہ کے زخموں کے لیے بہت مفید ہے اور قریباً طب کی ہزار کتاب میں اس مرہم کا ذکر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی چوٹوں کے لیے اُس کو بنایا گیا تھا۔ وہ پورانی طب کی کتابیں عیسائیوں کی جو آج سے چودہ سو برس پہلے رومی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں اُن میں اِس مرہم کا ذکر ہے اور یہودیوں اور مجوسیوں کی طبابت کی کتابوں میں بھی یہ نسخہ مرہم عیسٰی کا لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم الہامی ہے اور اُس وقت جبکہ حضرت مسیح علیہ السّلام کو صلیب پر کسی قدر زخم پہنچے تھے انہیں دنوں میں خُدا تعالیٰ نے بطور الہام یہ دوائیں اُن پر ظاہر کی تھیں۔

یہ مرہم پوشیدہ راز کا نہایت یقینی طور پر پتہ لگاتی ہے اور قطعی طور پر ظاہر کرتی ہے کہ در حقیقت حضرت عیسٰی علیہ

السّلام صلیبی موت سے بچائے گئے تھے کیونکہ اس مرہم کا تذکرہ صرف اہل اسلام کی ہی کتابوں میں نہیں کیا گیا بلکہ قدیم سے عیسائی یہودی مجوسی اور اطبّاء اسلام اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کرتے آئے ہیں۔ اور نیز یہ بھی لکھتے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی چوٹوں کے لیے یہ مرہم طیّار کی گئی تھی یعنی اتفاق سے یہ سب کتابیں موجود ہیں اور اکثر چھپ چکی ہیں اگر کسی کو سچائی کا پتہ لگانا اور راستی کا سُراغ چلانا منظور ہو تو ضرور ان کتابوں کا ملاحظہ کرے تا شاید آسمانی روشنی اُس کے دل پر پڑ کر ایک بھاری بلا سے نجات پا جائے اور حقیقت کھُل جائے۔ اس مرہم کو ادنیٰ ادنیٰ اطبابت کا مذاق رکھنے والے بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قرابادین قادری میں بھی جو ایک فارسی کی کتاب ہے تمام مرہموں کے ذکر کے باب میں اس مرہم کا نسخہ بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے لیے بنائی گئی تھی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ دُنیا کے تمام طبیبوں کے اتفاق سے جو ایک گروہ خواص ہے جن کو سب سے زیادہ تحقیق کرنے کی عادت ہوتی ہے اور مذہبی تعصبات سے پاک ہوتے ہیں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی چوٹوں کے لیے طیّار کی تھی۔

ایک عجیب فائدہ اس مرہم کے واقعہ کا یہ ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر چڑھنے کی بھی ساری حقیقت کھل گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ تمام باتیں بے اصل اور بیہودہ تصوّرات ہیں۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ رفع جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے حقیقت میں وفات کے بعد تھا اور اُسی رفع مسیح سے خُدا تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اُس جھگڑے کا فیصلہ کیا جو صدہا برس سے اُن کے درمیان چلا آتا تھا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ مردودوں اور ملعونوں سے نہیں ہیں اور نہ کُفّار میں سے جن کا رفع نہیں ہوتا بلکہ وہ سچّے نبی ہیں اور درحقیقت اُن کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کا ہوا۔ یہی جھگڑا تھا اور رفع جسمانی کی نسبت کوئی جھگڑا نہ تھا بلکہ وہ غیر متعلق بات تھی جس پر کذب اور صدق کا مدار نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کا الزام دے کر ملعون ٹھہراویں یعنی ایسا شخص جس کا مرنے کے بعد خدا کی طرف روحانی رفع نہیں ہوتا اور نجات سے جو قرب الٰہی پر موقوف ہے بے نصیب رہتا ہے سو خُدا نے اس جھگڑے کو یوں فیصلہ کیا کہ یہ گواہی دی کہ وہ صلیبی موت جو روحانی رفع سے مانع ہے حضرت مسیح پر ہرگز وارد نہیں ہوئی اور اُن کا وفات کے بعد رفع الی اللہ ہو گیا ہے۔ اور وہ قرب الٰہی پا کر کامل نجات کو پہنچ گیا۔ کیونکہ جس کیفیت کا نام نجات ہے اسی کا دوسرے لفظوں میں نام رفع ہے اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے کہ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ ۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ (کتاب البریہ ص۲-۵)

ایک بڑا دھوکہ ان کم فہم علماء کو یہ لگا ہوا ہے کہ جب قرآن شریف میں یہ لوگ یہ آیت پڑھتے ہیں کہ مَاقَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور نیز یہ آیت کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ تو اپنی غایت درجہ کی نادانی سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ نفی قتل اور نفی صلیب اور لفظ رفع اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام یہود کے ہاتھ سے بچ کر

اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے۔ گویا بجز آسمان کے اور کوئی جگہ اُن کے پوشیدہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو زمین پر نہیں ملتی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کے لیے تو ایک وحشت ناک اور سانپوں سے بھری ہوئی غار کفایت ہوگئی مگر مسیح کے دشمن زمین پر اُس کو نہیں چھوڑ سکتے تھے خواہ اللہ تعالیٰ ان کو بچانے کے لیے زمین پر کیسی ہی تدبیر کرتا اس لیے مجبوراً یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ عاجز آ کر ان کے لیے آسمان تجویز کیا۔ قرآن میں تو رفع الی السّماء کا ذکر بھی نہیں بلکہ رفع الی اللہ کا ذکر ہے جو ہر ایک مومن کے لیے ہوتا ہے۔

یہ لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہی قصّہ صحیح ہے تو قرآن شریف نے جو اس قصّہ کو لکھا تو ان آیات کی شان نزول کیا تھی اور کونسا جھگڑا یہود اور نصاریٰ میں حضرت عیسیٰ کے آسمان پر معہ جسم عنصری کے جانے کے متعلق تھا جس جھگڑے کو قرآن شریف نے ان آیات کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے اختلافات کو حق اور راستی کے ساتھ فیصلہ کرے۔ سو یاد رہے کہ یہود اور نصاریٰ میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نسبت اختلاف تھا اور اب بھی ہے وہ اختلاف اُن کے رفع روحانی کے بارے میں ہے۔ یہود نے صلیب دئے جانے سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی نہیں ہوا اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہیں۔ کیونکہ اُن کے مذہب کے رو سے ہر ایک مومن کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا یعنی وہ شخص لعنتی ہوتا ہے پس یہودیوں کی یہی حجت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مصلوب ہو گئے اس لیے اُن کا رفع روحانی نہیں ہوا اور وہ لعنتی ہیں اور نالائق عیسائیوں نے بھی تین دن کے لیے حضرت عیسیٰ کو رفع سے محروم سمجھا اور لعنتی ٹھہرایا۔ اب قرآن شریف کا اس ذکر سے مدعا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے روحانی رفع پر گواہی دے سو اللہ تعالیٰ نے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کہہ کر نفی صلیب کی اور پھر اُس کا نتیجہ یہ نکالا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور اس طرح پر جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔

اب انصافاً دیکھو کہ اس جگہ رفع جسمانی کا تعلق اور واسطہ کیا ہے۔ یہودیوں میں سے اب تک لاکھوں تک زندہ موجود ہیں۔ اُن کے عالموں فاضلوں کو پوچھ لو کہ کیا آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان کا رفع روحانی نہیں ہوا یا یہ کہ ان کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔ ایسا ہی یہود یہ کہتے تھے کہ سچا مسیح اُس وقت آئے گا کہ جب ایلیا نبی ملاکی کی پیشگوئی کے موافق دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے جس کی حقیقت انسانوں پر نہیں کھل سکتی یہود کو اس امتحان میں ڈالا کہ ایلیا نبی جس کا ان کو انتظار تھا آسمان سے نازل نہ ہوا اور حضرت ابن مریم نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا تو یہ دعویٰ یہودیوں کو خلاف نصوص صریحہ معلوم ہوا۔ اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر نعوذ باللہ توریت باطل ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کی کتابیں باطل ہوں پس تمام جڑ انکار کی یہی تھی۔ اسی وجہ سے یہودی حضرت مسیح کے سخت دشمن ہو گئے اور ان کو کافر اور مرتد اور دجّال اور ملحد کہنے لگے اور تمام علما

کا فتویٰ اُن کے کفر پر ہو گیا اور ان میں زاہد اور راہب اور ربّانی بھی تھے وہ سب اُن کے کفر پر متفق ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ یہ شخص ظاہر نصوص کو چھوڑتا ہے۔ یہ تمام فتنہ صرف اس بات سے پڑا کہ حضرت مسیح نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے بارے میں یہ تاویل پیش کی تھی کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اس کی خو اور طبیعت پر ہو۔ اور وہ یوحنّا یعنی یحییٰ زکریا کا بیٹا ہے۔ مگر یہ تاویل یہودیوں کو پسند نہ آئی۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے انہوں نے ان کو ملحد قرار دیا کہ جو نصوص کو اُن کے ظاہر سے پھیرتا ہے۔ لیکن چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت سچا نبی تھا اور اُن کی تاویل بھی گو بظاہر کیسی ہی بعید از قیاس تھی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک درست تھی اس لیے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بھی خیال تھا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو راستبازی کے انوار کیوں اس میں پائے جاتے ہیں اور کیوں سچے رسولوں کی طرح اس سے نشان ظاہر ہوتے ہیں پس اس خیال کے دور کرنے کے لیے یہودیوں کے مولوی ہر وقت اسی تدبیر میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ یہ شخص نعوذ باللہ کاذب اور ملعون ہے آخر ان کو یہ بات سوجھی کہ اگر اس کو صلیب دی جائے تو البتہ ہر ایک پر صاف طور پر ثابت ہو جائے گا کہ یہ شخص نعوذ باللہ لعنتی اور اس رفع سے بے نصیب ہے جو راستبازوں کا خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور اس سے اس کا کاذب ہونا ثابت ہو گا۔ کیونکہ توریت میں یہ لکھا تھا کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ سو انہوں نے اپنی دانست میں ایسا ہی کیا یعنی صلیب دیا۔ اور یہ امر نصاریٰ پر بھی مشتبہ ہو گیا۔ اور انہوں نے بھی گمان کیا کہ حضرت مسیح حقیقت میں مصلوب ہو گئے ہیں۔ اور پھر اس اعتقاد سے یہ دوسرا عقیدہ بھی انہیں اختیار کرنا پڑا کہ وہ لعنتی بھی ہیں۔ مگر لعنت کے چھپانے کے لیے اور اُس کا کلنک دور کرنے کے لیے یہ تجویز سوچی گئی کہ اُن کو خدا تعالیٰ کا بیٹا بنایا جائے۔ ایسا بیٹا جس نے دنیا کے تمام گنہگاروں کی لعنتیں اپنے سر پر اٹھالیں اور بجائے دوسرے ملعونوں کے آپ ملعون بن گیا اور پھر ملعونوں کی موت سے مرا یعنی مصلوب ہوا۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں قدیم سے یہ رسم تھی کہ جرائم پیشہ اور قتل کے مجرموں کو بذریعہ صلیب ہی ہلاک کیا کرتے تھے۔ اس مناسبت سے صلیبی موت لعنتی موت شمار کی گئی تھی مگر عیسائیوں کو یہ بڑا دھوکہ لگا کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد اور نبی کو ملعون ٹھہرایا۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہوں گے جب وہ اِس بات پر غور کریں گے کہ لعنت کا مفہوم لُغت کی رو سے اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص ملعون درحقیقت خدا سے مرتد ہو گیا ہو۔ کیونکہ لعنت ایک خدا کا فعل ہے اور یہ فعل انسان کے اُس فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے کہ جب انسان عمداً بے ایمان ہو کر خدا تعالیٰ سے تمام تعلقات توڑ دے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار ہو جائے سو جب ایسے شخص سے خدا بھی بیزار ہو جائے اور اُس کو اپنی درگاہ سے ردّ کر دے اور اُس کو دشمن پکڑے تو اس صورت میں اس مردود کا نام ملعون ہوتا ہے اور یہ امر ضروری ہوتا ہے کہ یہ شخص ملعون خدا سے بیزار ہو اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو اور شخص ملعون خدا تعالیٰ کا دشمن ہو جائے اور خدا تعالیٰ اُس کا دشمن ہو جائے۔ اور شخص ملعون خدا تعالیٰ کی معرفت سے بکلّی بے نصیب ہو جائے اور اندھا اور گمراہ ہو جائے اور ایک ذرّہ خدا کی محبت اُس کے دل میں نہ رہے۔ اسی لیے لُغت کے رو سے لعین شیطان کا نام ہے۔

پس ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بالکل اس تہمت سے پاک ہیں کہ نعوذ باللہ ان کو ملعون کہا جائے اور رفع الی اللہ سے ان کو بے نصیب سمجھا جائے لیکن عیسائیوں نے اپنی حماقت سے اور یہودیوں نے اپنی شرارت سے ان کو ملعون قرار دیا اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں لعنت کا لفظ رفع کے لفظ کی نقیض ہے۔ پس اس سے یہ لازم آیا کہ وہ نعوذ باللہ موت کے بعد خدا کی طرف نہیں بلکہ جہنم کی طرف گئے کیونکہ لعنتی یعنی وہ شخص جس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہ ہو وہ جہنم کی طرف جاتا ہے یہ متفق علیہ اہل اسلام اور یہود کا عقیدہ ہے اسی لیے نصاریٰ کو یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ حضرت عیسٰی مرنے کے بعد تین دن تک جہنم میں رہے۔ بہرحال ایک سچے نبی کی ان دونوں قوموں نے بڑی بے ادبی کی۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرے۔ پس اوّل تو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت سچا نبی اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے مقربوں میں سے تھا۔ اور پھر یہود اور نصاریٰ کے اس وسوسہ کو بھی دور کیا کہ وہ مصلوب ہو کر لعنتی ہوا۔ اور فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ پس اس طرح پر وہ لعنت اور عدم رفع کی تہمت جو چھ سو برس سے یہود اور نصاریٰ کی طرف سے ان پر وارد کی گئی تھی اس کو دور فرمایا۔ سو ان آیات کی شان نزول یہی ہے کہ اس وقت کے یہود اور نصاریٰ حضرت مسیح کو ملعون خیال کرتے تھے اور نہایت ضروری تھا کہ اُن شریروں اور احمقوں کی غلطی ظاہر کر کے اُن کے جھوٹے الزام سے حضرت مسیح کو بری کر دیا جائے پس اس ضرورت کے لیے قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور جبکہ مصلوب نہ ہوا تو یہ اعتراض سراسر غلط ٹھہرا کہ خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اور مقربوں کی طرح اس کو بھی رفع کی خلعت سے ممتاز کیا اور خدا تعالےٰ نے اس فیصلہ میں حضرت عیسٰی کے ملعون اور غیر مرفوع ہونے کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔

اب اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی کی بریّت اور ان کا صادق اور غیر کاذب ہونا جسمانی رفع پر موقوف نہ تھا۔ اور جسمانی رفع کے نہ ہونے سے اُن کا کاذب اور ملعون ہونا لازم نہ آتا تھا۔ کیونکہ اگر صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لیے جسمانی رفع کی ضرورت ہے تو بموجب عقیدہ ان نادان علما کے لازم آتا ہے کہ صرف حضرت عیسٰی ہی خدا کے مقرب ہوں اور باقی تمام نبی جن کا جسمانی رفع جسم عنصری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا وہ نعوذ باللہ قرب الٰہی سے بے نصیب ہوں۔ اور جبکہ جسمانی رفع کچھ شئی نہ تھا اور کسی نبی کے صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لیے جسمانی طور پر اُس کا آسمان پر جانا ضروری نہ تھا تو کیونکر ممکن تھا کہ خدا کی کلام میں جو پُر حکمت ہے یہ فضول اور لغو اور بے تعلق جھگڑا شروع کیا جاتا۔ حالانکہ یہود کا یہ مدعا اور مقصود نہ تھا کہ حضرت مسیح کے رفع جسمانی میں بحثیں کریں اور ایسی بحث سے اُن کو کچھ حاصل نہ تھا۔ اُن کا تمام مقصد جس کے لیے اُن کی قوم میں معاندانہ جوش پیدا ہوا تھا اور اب تک ہے صرف یہ تھا کہ وہ اُن کے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالیں کہ ان کا روحانی رفع نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی دانست میں ان کو صلیب دیا۔ اور توریت میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے یعنی صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا قُرب اس کو میسر نہیں ہوتا

دوسرے لفظوں میں یہ کہ رفع الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے۔ پس یہ صلیب کا لفظ اور جو اُس کا نتیجہ لعنت بیان کیا گیا ہے یہی پُکار پکار گواہی دے رہا ہے کہ یہود کا تمام شور و غوغا اس وقت یہی تھا کہ صلیب ملنے سے مسیح کا لعنتی ہونا ثابت ہے اور لعنتی ہونے سے عدم رفع ثابت۔ پس جو جھوٹا الزام لگایا گیا تھا خُدا نے اُسی کا فیصلہ کرنا تھا۔ ہاں اگر مصلوب ہونے کا نتیجہ توریت کے رو سے یہ بیان کیا جاتا کہ جو شخص مصلوب ہو اُس کا جسمانی رفع نہیں ہوتا تو ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ مسیح کو جسمانی طور پر آسمان پر پہنچاتا اور کچھ بھی شبہ نہ رہنے دیتا مگر اب تو یہ خیال سراسر بے تعلق اور اصل جھگڑے اور اُس کے فیصلہ سے کچھ لگاؤ نہیں رکھتا اور خدا تعالیٰ کی شان اس سے منزہ ہے کہ اس بیہودہ اور لغو اور بے تعلق امر کے بحث میں اپنے تئیں ڈالے۔ خدا کی تعلیمیں نجات اور قرب الٰہی کی راہیں بتلاتی ہیں اور اُن الزاموں کا نبیوں پر سے ذبّ اور دفع کرتی ہیں جن کی رو سے اُن کے مقرب اور ناجی ہونے پر حرف آتا ہے۔ مگر آسمان پر اس جسم کے ساتھ چڑھ جانا نجات اور قرب الٰہی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ورنہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز حضرت مسیح کے نعوذ باللہ باقی تمام نبی نجات اور قرب الٰہی سے محروم ہیں اور یہ خیال صریح کُفر ہے۔

ہمارے نادان مولوی اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ تمام جھگڑا رفع اور عدم رفع کا صلیب کے مقدمہ سے شروع ہوا ہے یعنی توریت نے صلیب پر مرنیوالوں کو روحانی رفع سے محروم ٹھہرایا ہے۔ پھر اگر توریت کے معنے یہ کیے جائیں کہ صلیب پر مرنیوالا رفع جسمانی سے بے نصیب رہتا ہے تو ایسے عدم رفع سے نبیوں اور تمام مومنوں کا کیا حرج ہے۔ ہاں اگر یہ فرض کریں کہ نجات کے لیے رفع جسمانی شرط ہے تو نعوذ باللہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز مسیح تمام انبیا نجات سے محروم ہیں۔ اور اگر رفع جسمانی کو نجات اور ایمان اور نیک بختی اور مراتب قرب سے کچھ بھی تعلق نہیں جیسا کہ فی الواقع یہی سچ ہے تو قرآن کے لفظ رفع کو اصل مقصد اور مراد سے پھیر کر اور اُس کی شان نزول سے لاپرواہ ہو کر خود بخود رفع جسمانی مراد لے لینا کس قدر گمراہی ہے قرآن شریف میں تو یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بلعم کا رفع کرنا چاہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ تو کیا اس جگہ بھی یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ بلعم کو بجسم عنصری آسمان پر اٹھاوے سو ہر ایک شخص یاد رکھے اور بے ایمانی کی راہ کو اختیار نہ کرے کہ قرآن شریف میں ہر ایک جگہ رفع سے مراد رفع روحانی ہے۔ (کتاب البریہ صـ۱۹۳ تا صـ۲۰۳ حاشیہ)

یہ کس کو معلوم تھا کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ صدہا طبی کتابوں میں لکھا ہوا پیدا ہو جائے گا۔ اس بات کی کس کو خبر تھی کہ بدھ مذہب کی پُرانی کتابوں سے یہ ثبوت مل جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلاد شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر ہندوستان اور کشمیر اور تبت کی طرف آئے تھے۔ یہ بات کون جانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں قبر ہے۔ کیا انسان کی طاقت میں تھا کہ ان تمام باتوں کو اپنے زور سے پیدا کر سکتا۔ اب یہ واقعات اس طرح سے عیسائی مذہب کو مٹاتے ہیں جیسا کہ دن چڑھ جانے سے رات مٹ جاتی ہے۔ اس واقعہ کے ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کو وہ صدمہ پہنچتا ہے جو اُس چھت کو پہنچ سکتا ہے جس کا تمام بوجھ ایک شہتیر پر تھا۔ شہتیر ٹوٹا اور چھت گری۔ پس اسی طرح اس واقعہ کے ثبوت سے عیسائی مذہب کا

خاتم ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ انہی قدرتوں سے وہ پہچانا گیا ہے۔ دیکھو کیسے عمدہ معنے اس آیت کے ثابت ہوئے کہ مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ یعنی قتل کرنا اور صلیب سے مسیح کا مارنا سب جھوٹ ہے اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو دھوکہ لگا ہے اور مسیح خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق صلیب سے بچ کر نکل گیا۔ اور اگر انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ کیا مسیح کی تمام رات کی دردمندانہ دعا ردّ ہو سکتی تھی۔ کیا مسیح کا یہ کہنا کہ میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا اس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ مردہ قبر میں رہا۔ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن مرا رہا تھا۔ کیا پیلاطوس کی بیوی کے خواب سے خدا کا یہ منشاء معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو صلیب سے بچالے۔ ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کے موافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑے جانا اور خون کا نکلنا کیا یہ تمام وہ امور نہیں ہیں جو بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور دعا کرنے کے ساتھ ہی یہ رحمت کے اسباب ظہور میں آئے۔ بھلا مقبول کی ایسی دعا جو تمام رات رو رو کر کی گئی کب ردّ ہو سکتی تھی۔ پھر مسیح کا صلیب کے بعد حواریوں کو ملنا اور زخم دکھلانا کس قدر مضبوط دلیل اس بات پر ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو بھلا اب مسیح کو پکارو کہ تمہیں آکر مل جائے کہ حواریوں کو ملا تھا۔ غرض ہر ایک پہلو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب سے جان بچائی گئی اور وہ اس ملک ہند میں آئے کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے ان ہی ملکوں میں آگئے تھے جو آخر کار مسلمان ہو گئے اور پھر اسلام کے بعد بموجب وعدہ توریت کے ان میں کئی بادشاہ بھی ہوئے۔ اور یہ ایک دلیل صدق نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کیونکہ توریت میں وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل نبی موعود کے پیرو ہو کر حکومت اور سلطنت پائیں گے۔ غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا یہ ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاریٰ کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں سرایت کر گیا ہے اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسان کا انیس سو برس میں طیار ہوا ہے ممکن ہے کہ انیس ماہ کے اندر دست غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے کیونکہ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے۔ یہ ایسا امر ہے کہ یک دفعہ عیسائی عقاید کو دلوں سے اڑاتا ہے۔ اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے۔

(راز حقیقت ص ۱۲-۱۴ حاشیہ)

حال میں مسلمانوں کی تالیف بھی چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا اور کشمیر میں اُس نے انتقال کیا اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی چھ سو برس پہلے ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گذرا ہے۔ (نوٹ بر حاشیہ راز حقیقت صہ ۱۲)

میں نے طاعون کے علاج کے لیے ایک مرہم بھی طیار کی ہے۔ یہ ایک پُرانا نسخہ ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے اور اس کا نام مرہم عیسیٰ ہے …… اور مرہم حواریین بھی اسے کہتے ہیں اور مرہم الرسل بھی اس کا نام ہے کیونکہ عیسائی لوگ حواریوں کو مسیح کے رسول یعنی ایلچی کہتے تھے۔ کیونکہ اُن کو جس جگہ جانے کے لیے حکم دیا جاتا تھا وہ ایلچی کی طرح جاتے تھے۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ جیسا کہ یہ نسخہ طب کے تمام نسخوں سے قدیم اور پُرانا ثابت ہوا ہے ایسا ہی یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ دنیا کی اکثر قوموں کے طبیبوں نے اس نسخہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ جس طرح عیسائی طبیب اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھتے آئے ہیں ایسا ہی رومی طبابت کی قدیم کتابوں میں بھی یہ نسخہ پایا جاتا ہے اور زیادہ تر تعجب یہ کہ یہودی طبیبوں نے بھی اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لیے بنایا گیا تھا اور نصرانی طبیبوں کی کتابوں اور مجوسیوں اور مسلمان طبیبوں اور دوسرے تمام طبیبوں نے جو مختلف قوموں میں گذرے ہیں اس بات کو بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ان مختلف فرقوں کی کتابوں میں سے ہزار کتاب ایسی پائی گئی ہے جن میں یہ نسخہ مع وجہ تسمیہ درج ہے اور وہ کتابیں اب تک موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر وہ کتابیں ہمارے کتب خانہ میں ہیں اور شیخ الرئیس بو علی سینا نے بھی اس نسخہ کو اپنے قانون میں لکھا ہے۔ چنانچہ میرے کتب خانہ میں شیخ بو علی سینا کے قانون کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو پانسو برس کا لکھا ہوا ہے اس میں بھی یہ نسخہ مع وجہ تسمیہ موجود ہے۔ ان تمام کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم عیسیٰ اُس وقت طیار کی گئی تھی کہ جب نالائق یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور اُن کے پیروں اور ہاتھوں میں لوہے کے کیل ٹھونک دئے تھے لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ ان کو صلیبی موت سے بچاوے اس لیے خدائے عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے ایسے اسباب جمع کر دئے جن کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بچ گئی منجملہ اُن کے ایک یہ سبب تھا کہ آنجناب جمعہ کو قریب عصر کے صلیب پر چڑھائے گئے۔ اور صلیب پر چڑھانے سے پہلے اُسی رات پیلاطوس کی بیوی نے جو اُس ملک کا بادشاہ تھا ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر یہ شخص جو یسوع کہلاتا ہے قتل کیا گیا تو تم پر تباہی آئے گی۔ اُس نے یہ خواب اپنے خاوند یعنی پیلاطوس کو بتلایا اور چونکہ دنیا دار لوگ اکثر وہمی اور بزدل ہوتے ہیں اس لیے پیلاطوس خاوند اُس کا اس خواب کو سن کر بہت ہی گھبرایا اور اندر ہی اندر اس فکر میں لگ گیا کہ کسی طرح یسوع کو قتل سے بچا لیا جائے۔ سو اس دلی منصوبہ کے انجام کے لیے پہلا داؤ جو اس نے یہودیوں کے ساتھ کھیلا وہ یہی تھا کہ یہ تدبیر کی کہ یسوع کو جمعہ کے روز عصر کے وقت صلیب دی جائے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ یہودی صرف اُسے صلیب دینا چاہتے ہیں کسی اور طریق سے قتل کرنا نہیں چاہتے کیونکہ یہودیوں کے مذہب کے رو سے جس شخص کو صلیب کے ذریعہ قتل کیا جائے خدا کی لعنت اُس پر پڑ جاتی ہے اور پھر خدا کی طرف اُس کا رفع نہیں ہوتا۔ اور بعد اُس کے یہ امر ممکن ہی نہیں ہوتا کہ خدا اُس سے محبت کرے

اور یا وہ خدا کی نظر میں ایمانداروں اور راست بازوں میں شمار کیا جائے۔ لہٰذا یہودیوں کی یہ خواہش تھی کہ یسوع کو صلیب دیکر پھر توریت کے رو سے اس بات کا اعلان دیدیں کہ اگر یہ سچا نبی ہوتا تو ہرگز مصلوب نہ ہو سکتا اور اس طرح پر مسیح کی جماعت کو متفرق کردیں یا جو لوگ اندر ہی اندر کچھ نیک ظن رکھتے تھے اُن کی طبیعتوں کو خراب کردیں۔ اور خدا نخواستہ اگر واقعہ صلیب وقوع میں آجاتا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر یہ ایک ایسا داغ ہوتا کہ کسی طرح اُن کی نبوت دُرست نہ ٹھہر سکتی اور نہ وہ راستباز ٹھہر سکتے اس لیے خدا تعالیٰ کی حمایت نے وہ تمام اسباب جمع کردئے جن سے حضرت عیسٰی علیہ السلام مصلوب ہونے سے بچ گئے۔ اُن اسباب میں سے پہلا سبب یہی تھا کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب آیا اور اُس سے ڈر کر پیلاطوس نے یہ تدبیر سوچی کہ یسوع جمعہ کے دن عصر کے وقت صلیب دیا جائے۔ اِس تدبیر میں پیلاطوس نے یہ سوچا تھا کہ غالباً اس قلیل مدت کی وجہ سے جو صرف جمعہ کے ایک دو گھنٹے ہیں یسوع کی جان بچ جائے گی کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ جمعہ ختم ہونے کے بعد مسیح صلیب پر رہ سکتا۔ وجہ یہ کہ یہودیوں کی شریعت کے رو سے یہ حرام تھا کہ کوئی شخص سبت میں یا سبت سے پہلی رات میں صلیب پر رہے۔ اور صلیب دینے کا یہ طریق تھا کہ صرف مجرم کو صلیب کے ساتھ جوڑ کر اُس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور تین دن تک وہ اسی حالت میں دھوپ میں پڑا رہتا تھا۔ اور آخر کئی اسباب جمع ہو کر یعنی درد اور دھوپ اور تین دن کا فاقہ اور پیاس مجرم مرجاتا تھا۔ مگر جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے جو شخص جمعہ میں صلیب پر کھینچا جاتا تھا وہ اُسی دن اتار لیا جاتا تھا کیونکہ سبت کے دن صلیب پر رکھنا سخت گناہ اور موجب تاوان اور سزا تھا۔ سو یہ داؤ پیلاطوس کا چل گیا کہ یسوع جمعہ کی آخری گھڑی میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل نے چند اور اسباب بھی ایسے پیدا کردئے جو پیلاطوس کے اختیار میں نہ تھے اور وہ یہ کہ عصر کے تنگ وقت میں تو یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا اور ساتھ ہی ایک سخت آندھی آئی جس نے دن کو رات کے مشابہ کردیا۔ اب یہودی ڈرے کہ شاید شام ہوگئی کیونکہ یہودیوں کو سبت کے دن یا سبت کی رات کسی کو صلیب پر رکھنے کی سخت ممانعت تھی اور یہودیوں کے مذہب کے رو سے دن سے پہلے جو رات آتی ہے وہ آنے والے دن میں شمار کی جاتی ہے۔ اس لیے جمعہ کے بعد جو رات تھی وہ سبت کی رات تھی۔ لہٰذا یہودی آندھی کے پھیلنے کے وقت میں اس بات سے بہت گھبرائے کہ ایسا نہ ہو کہ سبت کی رات میں یہ شخص صلیب پر ہو۔ اس لیے جلدی سے انہوں نے اتار لیا اور دو چور جو ساتھ صلیب دئے گئے تھے اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں۔ لیکن مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑیں کیونکہ پیلاطوس کے سپاہیوں نے جن کو پوشیدہ طور پر سمجھایا گیا تھا کہہ دیا کہ اب نبض نہیں ہے اور یسوع مر چکا ہے۔ مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ راست باز کا قتل کرنا کچھ سہل امر نہیں اس لیے اُس وقت نہ صرف پیلاطوس کے سپاہی یسوع کے بچانے کے لیے تدبیریں کر رہے تھے بلکہ یہود بھی حواس باختہ تھے۔ اور آثار قہر دیکھ کر یہودیوں کے دل بھی کانپ گئے تھے اور اس وقت وہ پہلے زمانہ کے آسمانی عذاب جو اُن پر آتے رہے اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ اس لیے کسی یہودی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ کہے کہ ہم تو ضرور ہڈیاں توڑیں گے اور ہم باز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اُس وقت رَبُّ السّمٰوٰتِ وَالْاَرْض

نہایت غضب میں تھا اور جلال الٰہی یہودیوں کے دلوں پر ایک رعب ناک کام کر رہا تھا۔ لہذا انہوں نے جن کے باپ دادے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے غضب کا تجربہ کرتے آئے تھے جب سخت اور سیاہ آندھی اور عذاب کے آثار دیکھے اور آسمان پر سے خوفناک آثار نظر آئے تو وہ سراسیمہ ہو کر گھروں کی طرف بھاگے۔

اس بات پر یقین کرنے کے لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ انجیل میں یونس نبی سے اپنی مشابہت بیان فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یونس کی طرح میں بھی قبر میں تین دن رہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا اب یہ مشابہت جو نبی کے مونہہ سے نکلی ہے قابل غور ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں رکھے گئے تھے تو پھر مردہ اور زندہ کی کس طرح مشابہت ہو سکتی ہے؟ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا رہا تھا؟ سو یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ ہرگز مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ وہ مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے۔ پھر دوسری دلیل یہ ہے کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ اگر یہ شخص مارا گیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حقیقت میں عیسیٰ علیہ السلام صلیب دئے جاتے یعنی صلیبی موت سے مر جاتے تو ضرور تھا کہ جو فرشتہ نے پیلاطوس کی بیوی کو کہا تھا وہ وعید پورا ہوتا۔ حالانکہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ پیلاطوس پر کوئی تباہی نہیں آئی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح نے خود اپنے بچنے کے لیے تمام رات دعا مانگی تھی اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ ایسا مقبول درگاہ الٰہی تمام رات رو رو کر دعا مانگے اور وہ دعا قبول نہ ہو۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ صلیب پر پھر مسیح نے اپنے بچنے کے لیے یہ دعا کی ایلی ایلی لما سبقتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اب کیونکر ممکن ہے کہ جب کہ اس حد تک اُن کی گدازش اور سوزش پہنچ گئی تھی پھر خدا ان پر رحم نہ کرتا۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ رکھے گئے اور شاید اس سے بھی کم اور پھر اتارے گئے اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ اس تھوڑے عرصہ اور تھوڑی تکلیف میں ان کی جان نکل گئی ہو اور یہود کو بھی پختہ ظن سے اس بات کا دھڑکا تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا یعنی یہود قتل مسیح کے بارے میں ظن میں رہے اور یقینی طور پر انہوں نے نہیں سمجھا کہ درحقیقت ہم نے قتل کر دیا۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا تو اس میں سے خون نکلا اور خون بہتا ہوا نظر آیا اور ممکن نہیں کہ مردہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے ساتویں دلیل یہ ہے کہ یسوع کی ہڈیاں توڑی نہ گئیں جو مصلوبوں کے مارنے کے لیے ایک ضروری فعل تھا۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ تین دن صلیب پر رکھ کر پھر بھی بعض آدمی زندہ رہ جاتے تھے پھر کیونکر ایسا شخص جو صرف چند منٹ صلیب پر رہا اور ہڈیاں نہ توڑی گئیں وہ مر گیا؟ آٹھویں دلیل یہ ہے کہ انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع صلیب سے نجات پا کر پھر اپنے حواریوں کو ملا اور اُن کو اپنے زخم دکھلائے اور ممکن نہیں کہ یہ زخم اُس حالت میں موجود رہ سکتے کہ جب کہ یسوع مرنے کے بعد ایک تازہ اور نیا جلالی جسم پاتا۔ نویں دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر یہی نسخہ مرہم عیسیٰ ہے۔ کیونکہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ مسلمان طبیبوں

اور عیسائی ڈاکٹروں اور رومی مجوسی اور یہودی طبیبوں نے باہم سازش کر کے یہ بے بنیاد قصہ بنا لیا ہو۔ بلکہ یہ نسخہ طبابت کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی قرابادین قادری میں اس نسخہ کو امراض الجلد میں لکھا ہوا پائے گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مذہبی رنگ کی تحریروں میں کسی قسم کی کمی زیادتی ممکن ہے۔ کیونکہ تعصبات کی اکثر آمیزش ہو جاتی ہے۔ لیکن جو کتابیں علمی رنگ میں لکھی گئیں ان میں نہایت تحقیق اور تدقیق سے کام لیا جاتا ہے۔ لہذا یہ نسخہ مرہم عیسیٰ اصل حقیقت کے دریافت کے لیے نہایت اعلیٰ درجہ کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ خیالات کہ گویا حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے تھے کیسے اور کس پایہ کے ہیں۔ اور خود ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے جسم کو آسمان پر اٹھانے کے لیے کوئی بھی ضرورت نہیں تھی۔ خدا تعالیٰ حکیم ہے۔ عبث کام کبھی نہیں کرتا۔ جبکہ اُس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غار ثور میں صرف دو تین میل کے فاصلے پر مکہ سے چھپا دیا اور سب ڈھونڈنے والے ناکام اور نامراد واپس کئے تو کیا وہ حضرت مسیح کو کسی پہاڑ کی غار میں چھپا نہیں سکتا تھا اور بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے یہودیوں کی ہمت اور تلاش پر اُس کو دل میں کھٹکا تھا۔ (ایام الصلح ص۱۱۱-۱۱۶)

حدیث صحیح میں حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس۱۲۰ برس مقرر کر دی گئی ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اس عالم کو چھوڑ کر عالم اموات میں گئے اور اب تک اُن لوگوں میں رہتے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ سوتے ہیں اور نہ کوئی اور خاصہ اس دنیا کی زندگی کا ان میں موجود ہے۔ یحییٰ نبی جو فوت ہو کر دوسرے عالم میں گیا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہی ہے۔ (ایام الصلح ص۱۱۵ حاشیہ)

انجیل کو پڑھ کر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں۔ میں ہادی ہوں اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور میں نے اُس سے پاک پیدائش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آ سکتا ہے ہرگز نہیں پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اُس کی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے۔ اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کی ناپاک کیفیت سے بیشک اس کے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونے کی ایک فرع تھی پس جبکہ ثابت ہوا کہ وہ نہ لعنتی ہوا اور نہ تین دن کے لیے دوزخ میں گیا اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جز آسمان پر جانے کی بھی باطل ثابت ہوئی اور اس پر اور بھی دلائل ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ اُن کے ایک قول ہے جو مسیح کے مُنہ سے نکلا "لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا۔" دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۳۲۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح قبر سے نکلنے کے بعد جلیل کی طرف گیا تھا نہ آسمان کی طرف۔ اور مسیح کا یہ کلمہ کہ "اپنے جی اُٹھنے کے بعد" اس سے مرنے کے بعد جینا مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا

اس لیے مسیح نے پہلے سے اُن کے آئندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور درحقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اُس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہاں تک کہ وہ اُس تکلیف سے غشی میں ہو کر مردہ کی سی حالت میں ہو گیا اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پا کر پھر ہوش کی حالت میں آجائے تو اُس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہو گیا اور بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اُسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیل میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ملی تھی جو اصل روح انجیل کا ہے (۲) دوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب اور اُن کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔ سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھے ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کیے یعنی معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے رد کر دی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پُرانی کتاب ہے اور اُسی زمانہ کی ہے جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھاویں؟ اور کیا کم سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے۔ پھر ماسوا اس کے جبکہ خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ ایک مردہ کو کہہ دیا ہے کہ یہ سوتا ہے مرا نہیں تو اس حالت میں اگر غشی کی حالت میں مردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہ بعید ہے۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔ مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونس کے تین دنوں سے مشابہت دی ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہا اور یہودیوں میں اُس وقت کی قبریں اس زمانہ کی قبروں کے مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کی طرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں اور ایک طرف

کھڑکی ہوتی تھی جس کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوا ہوتا تھا۔ اور عنقریب ہم اپنے موقعہ پر ثابت کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ یہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے۔

غرض یہ آیت جس کو ابھی ہم نے لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف گیا۔ اور مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکل کر جلیل کی سڑک پر جاتا ہوا دکھائی دیا اور آخر اُن گیارہ حواریوں کو ملا جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھ اور پاؤں جو زخمی تھے دکھائے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ روح ہے۔ تب اس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور اُن سے ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا لیا اور اُن کے سامنے کھایا۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴۔ اور لوقا باب ۲۴ آیت ۳۹۔ اور ۴۰ اور ۴۱۔ اور ۴۲۔ ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکل کر جلیل کی طرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کی طرح تھا اگر وہ مر کر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے اور اس کو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہوگا۔

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اُس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اُسی قدر عذاب پر کفایت کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اُس کو زندہ اتار لیا جائے۔ اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھینچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مر جاتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اٹھائی اور نہ اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے رحم اور فضل نے ان کے لیے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے اخیر حصے میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کے لیے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی۔ اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی

آئی جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ دیکھو مرقس باب ۱۵ آیت ۳۳۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا۔ یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔ اب یہودیوں کو اس شدت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر نادان کے لائق ٹھہریں۔ اس لیے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اُس کیساتھ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہوا کہ جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اُس کی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ اس راست باز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنی اس کے قتل کرنے کے لیے سعی نہ کر) کیونکہ میں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی بیوی کو دکھایا گیا۔ اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آج تک یہ کبھی نہ ہوا کہ جس شخص کے بچانے کے لیے خدائے تعالیٰ رویا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہیئے تو وہ بات خطا جائے۔ مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کے کہا "اٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہر کیونکہ ہیرودوس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے" دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہنچ کر مارا جانا ممکن تھا اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لیے خواب آئی۔ اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی اور جس طرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدائے تعالیٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے اسی طرح اس جگہ بھی یہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہو گیا تو یہ تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جائے کیا اس کی دنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیک دل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کرے گا کہ درحقیقت اس خواب کا منشاء یہی تھا کہ مسیح کے چھوٹ جانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے عقیدہ کے تعصّب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو رد کر دے اور قبول نہ کرے۔ لیکن انصاف کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے۔ اور سب سے اول درجہ کی انجیل یعنی متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو میں بڑے زور سے اس کتاب میں لکھوں گا مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یک لخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقاید رسمیہ کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آجتک اُس کی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے یہاں تک کہ بلیوں اور سانپوں کو بھی پوجا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں اس کا وہ سفر دور دراز ہے جو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف اُس نے کیا۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارھوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُن کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب۱۶ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اُس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام املوس ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلہ پر ہے تب مسیح اُن کو ملا۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ اُن سے الگ ہو جائے۔ تب انہوں نے اُس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے اور اس نے اُن کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے املوس نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے تقریباً ستر کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں اُن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات اُن کے پاس روٹی کھائی اور سویا۔ اور آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ اُس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔

اب یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد یعنی اُس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزہ ہو اور ازلی ابدی خدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ابھی اس میں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اُس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف اُن کے ساتھ تھی جن کے واسطے ایک مرہم بھی طیار کی گئی تھی۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیئے تھا کئی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لیے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھہ تھا جس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور اس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار اور کشادہ کوٹھہ کی

طرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں اور پھر وقت پر میت اس میں رکھی جاتی تھی چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے۔" اور وے یعنی عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنی کچھ اندھیرے سے ہی اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور اُن کے ساتھ کئی اور بھی عورتیں تھیں۔ اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا ہوا پایا (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جا کے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی"۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۳-۲۔ اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اُسی قبر کے اندر انسان جا سکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو اور اس میں کھڑکی ہو۔ اور ہم اپنے محل پر اسی کتاب میں بیان کریں گے کہ حال میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں پائی گئی ہے وہ بھی اس قبر کی طرح کھڑکی دار ہے۔ اور یہ ایک بڑے راز کی بات ہے جس پر توجہ کرنے سے محققین کے دل ایک عظیم الشان نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے "اور جبکہ شام ہوئی اس لیے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جا کے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مر گیا"۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں "پھر یہودیوں نے اُس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں۔ کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا پلاطوس سے عرض کی کہ اُن کی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا"۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے آیت ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اُس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اُس کی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مردہ کا خون جم جاتا ہے اور اس جگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خدا ترس اور نیک دل آدمی تھا۔ کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اُس نے مسیح کو دیکھا۔ لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔ اُس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی اور اُسکا ہرگز منشا نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو

چھوڑ دے۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تو قیصر کا خیرخواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے ورنہ اُن کی اپنی تباہی ہے۔ مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیّار تھے اس لیے پلاطوس نے مسیح کے چھڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اول تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے! اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔ اور پھر شام ہونے ہی اُن کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتار گیا۔ اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے۔ مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مر گیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ سمجھ دار آدمی کے لیے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے یہودیوں کو اس کی طرف سے غافل کر دیا گیا۔ مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت اُن کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ اُن دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ وہ مر چکا ہے اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اُس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا مسیح کو ایک لاش قرار دیکر اس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دیکر اس نے لیا اور اُسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اُس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی گزر رہی تھی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لیے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا۔ اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تھا اور گذشتہ نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اس وقت پر گواہی دیتی تھیں۔ لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اُس وقت اور موسم کو شناخت نہ کیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دیدیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کو کافر قرار دیا اس کا نام ملحد رکھا اور آخر اس کے قتل پر فتویٰ لکھا اور اس کو عدالت میں کھینچا۔ اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں صدی میں کچھ تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جس میں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور اندھے اور حق کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ اگر موسیٰ کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں

صدی کا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اوّل یہ نظر آئے گا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ سچا تھا اور خدا کی طرف سے تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء نے اُن دونوں کو کافر قرار دیا اور ان دونوں کا نام ملحد اور دجال رکھا اور ان دونوں کی نسبت قتل کے فتوے لکھے گئے اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا جن میں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی۔ آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے۔ اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بنادے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو نامراد رکھے۔ غرض موسیٰ کی چودھویں صدی اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لیے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنی آیت ۳۶ سے ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کیے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لیے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا رد ہوگئی۔ حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُس کی سنتا تھا جبکہ ایسی بیقراری کی دعا سنی نہ گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اس کی وہ دعا ضرور قبول ہوگئی اور اس دعا پر اس کو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اُس نے اپنی امید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اس کے مُنہ سے نکلا کہ ”ایلی ایلی لما سبقتانی“ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنی مجھے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہ ہوگا اور میں صلیب پر مروں گا۔ اور میں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا۔ پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دعا کرنا ضایع نہیں جائے گا۔ اور خود اُس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول کی جائے گی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا اور اِس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بیشک خدائے تعالیٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدائے تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی یہ ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بداثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضایع کرنے والا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُرسوز دعا قبول نہ ہوسکی تو اس بدنمونہ سے ان کا ایمان ایک

سخت امتحان میں پڑ رہا تھا۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسمینی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہو گئی تھی۔ (مسیح ہندوستان میں ص۱۷-۲۹)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ الآیۃ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا الآیۃ یعنی یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ اُن کو محض ایک شبہ پیدا ہوا۔ کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور اُن کے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے اُن کے دل اس بات پر مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔ اب انصاف کرنے کا مقام ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے یہود اور نصاریٰ کے برخلاف فرمایا تھا آخر کار وہی بات سچی نکلی اور اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح درحقیقت صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے ہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی۔ اسی وجہ سے بعض یہودیوں نے ایک اور بات بنائی ہے کہ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ یہودیوں کی پرانی تاریخ کے رو سے مسیح کو تلوار کے ذریعہ سے قتل کرنا ثابت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لیے اندھیرا ہوا بھونچال آیا پلاطوس کی بیوی کو خواب آئی سبت کے دن کی رات قریب آ گئی جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روا نہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ ہولناک خواب کے مسیح کے چھڑانے کے لیے متوجہ ہوا۔ یہ تمام واقعات خدا نے اس لیے ایک ہی دفعہ پیدا کر دئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ اس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ ہر ایک کو مردہ معلوم ہو۔ اور یہودیوں پر اُس وقت ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ کے دکھلا کر بزدلی اور خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا۔ اور یہ دھڑکہ اس کے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہ جائیں۔ پھر یہ بھی ہوا کہ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ اندھیرے اور بھونچال اور گھبراہٹ کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی اُن کو فکر پڑا کہ شاید اس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گذرتی ہو گی اور یہ دہشت بھی دلوں پر غالب ہوئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا جیسا کہ ہم نے دل میں سمجھا ہے تو اس کے اس دُکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک آثار کیوں ظاہر ہوئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے لہٰذا اُن کے دل بیقرار ہو کر اس لائق نہ رہے کہ وہ مسیح کو اچھی طرح دیکھتے کہ آیا مر گیا یا کیا حال ہے۔ مگر درحقیقت یہ سب امور مسیح کے بچانے کے لیے خدائی تدبیریں تھیں۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ۔ یعنی یہود نے مسیح کو جان سے مارا نہیں ہے لیکن خدا نے اُن کو شبہ میں ڈال دیا کہ گویا جان سے مار دیا ہے

اس سے راست بازوں کو خدائے تعالیٰ کے فضل پر بڑی امید بڑھتی ہے کہ جس طرح اپنے بندوں کو چاہے بچا لے۔

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۹-۵۰)

افسوس کس قدر قرآن شریف کی تحریف کی جاتی ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ موجود ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ مگر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کسی شخص کا نہ مقتول ہونا نہ مصلوب ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھا یا گیا ہو اگلی آیت میں صریح یہ لفظ موجود ہیں کہ لٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی یہودی قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مگر اُن کو شبہ میں ڈالا گیا کہ ہم نے قتل کر دیا ہے پس شبہ میں ڈالنے کے لیے اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ کسی اور مومن کو مصلوب کر کے لعنتی بنایا جائے یا خود یہودیوں میں سے کسی کو حضرت عیسیٰ کی شکل بنا کر صلیب پر چڑھایا جاوے۔ کیونکہ اس صورت میں ایسا شخص اپنے تئیں حضرت عیسیٰ کا دشمن ظاہر کر کے اور اپنے اہل و عیال کے پتے اور نشان دیکر ایک دم میں مخلصی حاصل کر سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ عیسیٰ نے جادو سے مجھے اپنی شکل پر بنا دیا ہے یہ کس قدر مجنونانہ توہمات ہیں کیوں لٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کے معنے یہ نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے مگر غشی کی حالت اُن پر طاری ہو گئی تھی بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آ گئے اور مرہم عیسیٰ کے استعمال سے (جو آج تک صدہا طبی کتابوں میں موجود ہے جو حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی گئی تھی) اُن کے زخم بھی اچھے ہو گئے۔

پھر ایک اور بد قسمتی ہے کہ وہ ان آیتوں کے شان نزول کو نہیں دیکھتے۔ قرآن شریف یہود و نصاریٰ کے اختلافات دُور کرنے کے لیے بطور حکم کے تھا تا اُن کے اختلافات کا فیصلہ کرے اور اُس کا فرض تھا کہ اُن کے متنازعہ فیہ امور کا فیصلہ کرتا پس منجملہ متنازعہ فیہ امور کے ایک یہ امر بھی متنازعہ فیہ تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہماری توریت میں لکھا ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے وہ لعنتی ہوتا ہے اس کی رُوح مرنے کے بعد خدا کی طرف نہیں جاتی۔ پس چونکہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مر گئے اس لیے وُہ خدا کی طرف نہیں گئے اور آسمان کے دروازے اُن کے لیے نہیں کھولے گئے۔ اور عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عیسائی تھے اپنا یہ عقیدہ مشہور کیا تھا چنانچہ آج تک وہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر بجان دیگر لعنتی تو بن گئے مگر یہ لعنت اَوروں کو نجات دینے کے لیے اُنہوں نے خود اپنے سر پر لے لی تھی اور آخر وہ نہ جسم عنصری کے ساتھ بلکہ ایک نئے اور ایک جلالی جسم کے ساتھ جو خون اور گوشت اور ہڈی اور زوال پذیر ہونے والے مادہ سے پاک تھا خدا کی طرف اُٹھائے گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان دونوں متخاصمین کی نسبت یہ فیصلہ دیا کہ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے کہ عیسیٰ کی صلیب پر جان نکلی یا وہ قتل ہوا تا اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ وُہ بموجب حکم توریت لعنتی ہے بلکہ وہ صلیبی موت سے بچایا گیا اور مومنوں کی طرح اُس کا خدا کی طرف رفع ہُوا اور جیسا کہ ہر ایک مومن ایک جلالی جسم خدا سے پاکر خدائے عزوجل کی طرف اُٹھایا جاتا ہے وہ بھی اُٹھائے گئے۔ اور اُن نبیوں میں جا ملے جو ان سے پہلے گذر چکے تھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ جو آپ نے معراج سے واپس آکر بیان فرمایا کہ

جیسے اور نبیوں کے مقدس اجسام دیکھے ویسا ہی حضرت عیسیٰ کو بھی اُنہیں کے رنگ میں پایا اور اُن کے ساتھ پایا کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶-۳۸)

کہتے ہیں کہ آیت وما قتلوہ وما صلبوہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات پر دلالت کرتی ہے اُن کی ایسی سمجھ پر رونا آتا ہے کیا جو شخص مصلوب نہیں ہوتا وہ مرتا نہیں؟ میں نے بار بار بیان کیا ہے کہ قرآن شریف میں نفی صلیب اور رفع عیسیٰؑ کا ذکر اس لیے نہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی حیات ثابت کرے بلکہ اس لیے یہ ذکر ہے کہ تا یہ ثابت کرے کہ عیسیٰ لعنتی موت سے نہیں مرا اور مومنوں کی طرح اُس کا رفع روحانی ہوا ہے اس میں یہود کا رد مقصود ہے کیونکہ وہ اُن کے رفع ہونے کے منکر ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۹ حاشیہ)

وَفِی اٰیَۃِ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ اِشَارَۃٌ اُخْرٰی وَھُوَ اَنَّ النَّصَارٰی زَعَمُوْا اَنَّ عِیْسٰی صُلِبَ لِاَجْلِ تَطْھِیْرِھِمْ مِنَ الْمَعَاصِیْ وَظَنُّوْا اَنَّہٗ حَمَلَ بَعْدَ الصَّلْبِ جَمِیْعَ ذُنُوْبِھِمْ عَلٰی نَفْسِہٖ وَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّھُمْ وَمُطَھِّرُھُمْ مِنْ جَمِیْعِ الْمَعَاصِیْ وَالْخَطِیّٰتِ فَفِیْ نَفْیِ الصَّلْبِ رَدٌّ عَلَی النَّصَارٰی وَھَدْمٌ لِعَقِیْدَۃِ الْکَفَّارَۃِ وَمَعَ ذٰلِکَ رَدٌّ عَلَی الْیَھُوْدِ وَاسْتِیْصَالٌ لِکَیْدِھِمُ الَّذِیْ احْتَالُوْا اعْتِصَامًا بِالتَّوْرَاتِ وَاِظْھَارُ الْبَرِیَّۃِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ بُھْتَانِ تِلْکَ الْاَقْوَامِ فَھٰذَا ھُوَ السَّبَبُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ قِصَّۃَ صَلْبِ عِیْسٰی فِی الْقُرْاٰنِ وَکَذَّبَہٗ وَاِلَّا فَمَا کَانَ فَائِدَۃٌ فِیْ ذِکْرِہٖ وَکَمْ مِنْ نَبِیٍّ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا جَاءَ ذِکْرُ قَتْلِھِمْ فِی الْقُرْاٰنِ فَخُذْ مِنِّیْ ھٰذِہِ النُّکْتَۃَ وَکُنْ مِّنَ الْمُصَدِّقِیْنَ۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۶)

(ترجمہ) اور آیت مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ میں ایک اور بھی اشارہ ہے اور وہ یہ کہ نصاریٰ کا خیال ہے کہ اُنہیں گناہوں سے پاک کرنے کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیا گیا۔ اور اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ صلیبی موت کے بعد حضرت مسیح نے ان کے تمام گناہ اپنے اوپر اُٹھا لیے اور وہ اُن کے لیے کفارہ ہو گئے۔ اور انہیں تمام گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنے والے ہیں۔ پس صلیب کی نفی میں نصاریٰ کا ردّ اور ان کے عقیدۂ کفارہ کا توڑ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہود کا بھی ردّ ہے۔ اور اُن کے اس مکر کی بھی بیخ کنی ہے جو انہوں نے تورات کی آڑ لے کر اختیار کیا۔ نیز اس میں ان قوموں کے بہتان سے حضرت مسیح علیہ السلام کی بریت کا اظہار مقصود ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب دئے جانے کے قصہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تردید کی ہے ورنہ اس کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ ایسے کئی نبی گزرے ہیں جو خدا کی راہ میں قتل کیے گئے تھے۔ لیکن قرآن کریم میں ان کے قتل کا ذکر موجود نہیں۔ پس تم اس نکتہ کو مجھ سے سمجھ لو۔ اور تصدیق کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۶)

یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے مسئلہ کو مسلمان عیسائیوں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ قرآن شریف میں اُس کی موت کا بار بار ذکر ہے لیکن بعض نادانوں کو یہ دھوکہ لگا ہوا ہے کہ اس آیت قرآن شریف میں یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ میں لفظ شُبِّهَ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ کسی اور کو سولی دیا گیا اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہر ایک شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے پس اگر کوئی اور شخص حضرت عیسیٰ کی جگہ صلیب دیا جاتا تو صلیب دینے کے وقت ضرور وہ شور مچاتا کہ میں تو عیسیٰ نہیں ہوں اور کئی دلائل اور کئی امتیازی اسرار پیش کر کے ضرور اپنے تئیں بچا لیتا نہ یہ کہ بار بار ایسے الفاظ مُنہ پر لاتا جن سے اس کا عیسیٰ ہونا ثابت ہوتا۔ رہا لفظ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ سو اس کے وہ معنے نہیں ہیں جو سمجھے گئے ہیں اور نہ اِن معنوں کی تائید میں قرآن اور احادیث نبویہ سے کچھ پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ موت کا وقوعہ یہودیوں پر مشتبہ کیا گیا وہ یہی سمجھ بیٹھے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے حالانکہ مسیح قتل ہونے سے بچ گیا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس آیت میں شُبِّهَ لَهُمْ کے یہی معنے ہیں اور یہ سُنّت اللہ ہے خدا جب اپنے محبوبوں کو بچانا چاہتا ہے تو ایسے ہی دھوکہ میں مخالفین کو ڈال دیتا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غارِ ثور میں پوشیدہ ہوئے تو وہاں بھی ایک قسم کے شُبِّهَ لَهُمْ سے خدا نے کام لیا یعنی مخالفین کو اس دھوکہ میں ڈال دیا کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس غار کے مُنہ پر عنکبوت نے اپنا جالا بُنا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں پس کیونکر ممکن ہے کہ اس میں آدمی داخل ہو سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں جو قبر کی مانند تھی تین۳ دن رہے جیسا کہ حضرت مسیح بھی اپنی شامی قبر میں جب غشی کی حالت میں داخل کیے گئے تین دن ہی رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یونس پر بزرگی مت دو یہ بھی اشارہ اس مماثلت کی طرف تھا کیونکہ غار میں داخل ہونا اور مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونا یہ دونوں واقعہ باہم ملتے ہیں پس نفی تفضیل اس وجہ سے ہے نہ کہ ہر ایک پہلو سے اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یونس سے بلکہ ہر ایک نبی سے افضل ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سُنّتوں اور عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب مخالف اُس کے نبیوں اور ماموروں کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو اُن کو ان کے ہاتھ سے اس طرح بھی بچا لیتا ہے کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا حالانکہ موت تک اُس کی نوبت نہیں پہنچتی اور یا وہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا حالانکہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے اور اُن کے شر سے بچ جاتا ہے۔ پس شُبِّهَ لَهُمْ کے یہی معنے ہیں اور یہ فقرہ شُبِّهَ لَهُمْ صرف حضرت مسیح سے خاص نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تب بھی یہ عادت اللہ ظہور میں آئی ابراہیم آگ سے جدا نہیں کیا گیا اور نہ آسمان پر چڑھایا گیا لیکن حسب منطوق آیت قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا[1] آگ اُس کو جلا نہ سکی اسی طرح یوسفؑ بھی جب کوئیں میں پھینکا گیا آسمان پر نہیں گیا بلکہ کنواں اُس کو ہلاک نہ کر سکا اور ابراہیمؑ کا پیارا فرزند اسماعیل بھی ذبح کے وقت آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا...... تھا بلکہ چھری اس کو ذبح نہ کر سکی ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ غار ثور کے وقت آسمان پر نہیں گئے بلکہ خونخوار دشمنوں کی آنکھیں اُن کو دیکھ نہیں سکیں اسی طرح مسیح بھی صلیب کے وقت آسمان پر نہیں

[1] الانبیاء آیت ۷۰

گیا بلکہ صلیب اُس کو قتل نہیں کر سکا۔ غرض ان تمام نبیوں میں سے کوئی بھی مصیبتوں کے وقت آسمان پر نہیں گیا ہاں آسمانی فرشتے اُن کے پاس آئے اور اُنہوں نے مدد کی۔ یہ واقعات بہت صاف ہیں اور صاف طور پر ان سے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے اور اُن کا اُسی قسم کا رفع ہوا جیسا کہ ابراہیم اور تمام نبیوں کا ہوا تھا اور وہ آخر وفات پا گئے۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۴۱-۱۴۲)

قرآن شریف یہود و نصاریٰ کی غلطیوں اور اختلافات کو دور کرنے کے لیے آیا ہے۔ اور قرآن شریف کی کسی آیت کے معنے کرنے کے وقت جو یہود و نصاریٰ کے متعلق ہو یہ ضرور دیکھ لینا چاہیئے کہ اُن میں کیا جھگڑا تھا جس کو قرآن شریف فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ اب اِس اصول کو مدّنظر رکھ کر اس آیت کے معنے کہ مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ..... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بڑی آسانی سے ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ یہود کے عقیدہ کے رو سے جو شخص صلیب کے ذریعہ سے قتل کیا جائے وہ ملعون ہوتا ہے۔ اور اُس کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور وہ شیطان کی طرف جاتا ہے۔ اب خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ حضرت عیسٰی کا رفع روحانی خدائے تعالیٰ کی طرف ہوا یا نہ ہوا۔ سو خدا نے اول یہود کے اس وہم کو مٹایا کہ حضرت عیسٰے بذریعہ صلیب قتل ہو چکے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہود کا صرف یہ ایک شبہ تھا جو خدا نے اُن کے دلوں میں ڈال دیا عیسٰی بذریعہ صلیب قتل نہیں ہوا تا اُس کو ملعون قرار دیا جائے بلکہ اُس کا رفع روحانی ہوا جیسے کہ اَور مومنوں کا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کو اس فضول بحث اور فیصلہ کی ضرورت نہ تھی کہ حضرت عیسٰے بجسم عنصری آسمان پر گیا یا نہ گیا۔ کیونکہ یہود کا یہ متنازع فیہ امر نہ تھا۔ اور یہود کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو شخص مصلوب ہو جائے وہ مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جاتا۔ کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جو شخص مصلوب نہ ہو وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلا جاتا ہے اور نہ یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ بے ایمان اور لعنتی آدمی مع جسم آسمان پر نہیں جاتا۔ مگر مومن مع جسم عنصری آسمان پر چلا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ ؑ جو یہود کے نزدیک سب سے بڑا نبی تھا اُس کی نسبت بھی یہود کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا پس تمام جھگڑا تو رفع روحانی کا تھا یہود کی طرف سے اپنے عقیدہ کے موافق یہ بحث تھی کہ نعوذ باللہ حضرت عیسٰی ملعون ہیں کیونکہ اُن کا رفع روحانی نہیں ہُوا وجہ یہ کہ وہ صلیب کے ذریعہ سے مارے گئے پس اِسی غلطی کو خدا تعالیٰ نے دور کرنا تھا سو خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسٰی ملعون نہیں ہے بلکہ اُس کا رفع روحانی اور مومنوں کی طرح ہو گیا۔

یاد رہے کہ ملعون کا لفظ مرفوع کے مقابل پر آتا ہے جبکہ مرفوع کے معنے روحانی طور پر مرفوع ہو پس جو لوگ حضرت عیسٰی کو بوجہ مصلوب ہونے کے ملعون ٹھہراتے ہیں اُن کے نزدیک ملعون کے معنے صرف اِس قدر ہیں کہ ایسے شخص کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ عیسائیوں نے بھی اپنی غلطی سے تین دن کے لیے حضرت عیسٰی کو ملعون مان لیا یعنی تین دن اُس کا رفع روحانی نہیں ہُوا۔ اور بموجب ان کے عقیدہ کے حضرت عیسٰی ؑ ملعون ہونے کی حالت میں تحت الثریٰ میں گئے اور ساتھ کوئی جسم نہ تھا پھر مرفوع ہونے کی حالت میں کیوں جسم کی ضرورت ہوئی دونوں حالتیں ایک ہی رنگ کی ہونی چاہئیں۔ یہ ہماری طرف سے عیسائیوں پر

الزام ہے کہ وہ بھی رفع کے بارے میں غلطی میں پھنس گئے وہ اب تک اِس بات کے اقراری ہیں کہ صلیب کا نتیجہ توریت کی رو سے ایک روحانی امر تھا یعنی لعنتی ہونا جس کو دوسرے لفظوں میں عدم رفع کہتے ہیں پس بموجب اُن کے عقیدہ کے عدم رفع رُوحانی طور پر ہی ہُوا اس حالت میں رفع بھی روحانی ہونا چاہیئے تھا تا تقابل قائم رہے۔ عیسائی صاحبان مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ملعون ہونے کی حالت میں صرف روحانی طور پر تحت الثریٰ اور دوزخ کی طرف گئے اُس وقت اُن کے ساتھ کوئی جسم نہ تھا پھر جبکہ یہ حالت ہے تو پھر مرفوع ہونے کی حالت میں کیوں جسم کی ضرورت پڑی اور کیوں جسم کو ساتھ ملایا گیا حالانکہ قدیم سے توریت کے ماننے والے تمام نبی اور تمام یہود کے فقیہ صلیبی لعنت کے یہی معنے کرتے آئے ہیں کہ روحانی طور پر رفع نہ ہو۔ اور اب بھی یہی کرتے ہیں کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا لعنت کے معنے عدم رفع ہے۔

بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اعتراض دور کرنا تھا اور یہود اب تک عدم رفع سے مراد روحانی معنے لیتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روحانی طور پر عیسیٰ کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہُوا اور وہ کاذب تھا تو پھر خدا تعالیٰ اصل بات کو چھوڑ کر اور طرف کیوں چلا گیا گویا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے یہود کا اصل جھگڑا سمجھا ہی نہیں اور ایسے جج کی طرح فیصلہ کیا جو سراسر روئداد مثل کے برخلاف فیصلہ لکھ مارتا ہے۔ ایسا گمان اگر عمداً خدا تعالیٰ کی نسبت کیا جائے۔ تو پھر کفر میں کیا شک ہے۔

پھر ماسوا اس کے ہم کہتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ خدائے تعالیٰ نے یہود کے اصل جھگڑے کی اس جگہ پرواہ نہ رکھ کر ایک نئی بات بیان کر دی ہے جس کا بیان کرنا محض ایک فضول اور غیر ضروری امر تھا یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا۔ تو پھر اس خیال کا بُطلان اس طرح پر ہوتا ہے کہ اوّل تو قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر بٹھایا گیا بلکہ قرآن شریف کے لفظ تو یہ ہیں کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اُٹھا لیا پس سوچو کہ کیا خدا دوسرے آسمان پر مجسم چیزوں کی طرح بیٹھا ہُوا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہمیشہ روحانی ہی ہوتا ہے اور ایسا ہی تمام نبیوں کی تعلیم ہے۔ خدا جسم نہیں ہے کہ تا جسمانی رفع اُس کی طرف ہو تمام قرآن شریف میں یہی محاورہ ہے کہ جب کسی کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی طرف وہ گیا یا خدا کی طرف اُس کا رفع ہوا تو اُس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ روحانی طور پر اُس کا رفع ہُوا جیسا کہ اس آیت میں بھی یہی معنے ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ[1] الخ کہ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس آجا۔ پس کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ مع جسم عنصری آجا۔

ماسوا اس کے اس جگہ یہ سوال ہوگا کہ اگر اس جگہ رفع روحانی کا بیان نہیں ہے اور اس جگہ وہ جھگڑا فیصلہ نہیں کیا گیا جو یہود نے حضرت مسیح کے رفع روحانی کی نسبت انکار کیا تھا۔ اور نعوذ باللہ ملعون قرار دیا تھا تو پھر قرآن شریف کے کس مقام میں یہود کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جس کا جواب دینا بموجب وعدۂ الٰہی کے ضروری تھا پس اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے رفع کو رفع جسمانی ٹھہرانا سراسر ہٹ دھرمی اور حماقت ہے۔ بلکہ یہ وہی رفع ہے جو ہر ایک مومن کے لیے وعدۂ الٰہی کے موافق موت کے بعد ہونا ضروری ہے۔ اور کافر کے لیے حکم ہے لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ[2] یعنی اُن کے لیے آسمان

[1] الفجر آیت ۲۸ و ۲۹ [2] الاعراف آیت ۴۱

کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی اُن کا رفع نہیں ہو گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے مُفَتَّحَۃً لَّھُمُ الْاَبْوَابُ[1]
پس سیدھی بات کو اُلٹا دینا تقویٰ اور طہارت کے برخلاف اور ایک طور سے تحریفِ کلام الٰہی ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۴۷)
اور اُن کا (یعنی یہود کا) یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ اُنہوں نے اُس کو قتل کیا اور نہ صلیب دیا بلکہ یہ امر اُن پر مشتبہ ہو گیا اور جو لوگ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں (یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے اُس کو ہلاک کر دیا) یہ دونوں گروہ محض شک میں پڑے ہوئے ہیں حقیقت حال کی اُن کو کچھ بھی خبر نہیں اور صحیح علم اُن کو حاصل نہیں محض اٹکلوں کی پیروی کرتے ہیں یعنی نہ عیسیٰ آسمان پر گیا جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے اور نہ یہودیوں کے ہاتھ سے ہلاک کیا گیا جیسا کہ یہودیوں کا گمان ہے بلکہ صحیح بات ایک تیسری بات ہے کہ وہ مخلصی پاکر ایک دوسرے ملک میں چلا گیا اور خود یہودی یقین نہیں رکھتے کہ اُنہوں نے اُس کو قتل کر دیا بلکہ خدا نے اُس کو اپنی طرف اُٹھا لیا اور خدا غالب اور حکمتوں والا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ان آیات کے سر پر یہ قول یہودیوں کی طرف سے منقول ہے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ یعنی ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا سو جس قول کو خدا تعالیٰ نے یہودیوں کی طرف سے بیان فرمایا ہے ضرور تھا کہ پہلے اُسی کو ردّ کیا جاتا اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قَتَلُوْا کے لفظ کو صَلَبُوْا کے لفظ پر مقدم بیان کیا کیونکہ جو دعویٰ اس مقام میں یہودیوں کی طرف سے بیان کیا گیا ہے وہ تو یہی ہے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ۔

پھر بعد اس کے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں کہ کس طرح اُن کو ہلاک کیا یہودیوں کے مذہب قدیم سے ۲ دو ہیں۔ ایک فرقہ تو کہتا ہے کہ تلوار کے ساتھ پہلے اُن کو قتل کیا گیا تھا اور پھر اُن کی لاش کو لوگوں کی عبرت کے لیے صلیب یا درخت پر لٹکا یا گیا۔ اور دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ اُن کو صلیب دیا گیا تھا اور بعد صلیب اُن کو قتل کیا گیا۔ اور یہ دونوں فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں پس چونکہ ہلاک کرنے کے وسائل میں یہودیوں کو اختلاف تھا بعض ان کی ہلاکت کا ذریعہ اوّل قتل قرار دیکر پھر صلیب کے قائل تھے اور بعض صلیب کو قتل پر مقدم سمجھتے تھے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ دونوں کا ردّ کر دے۔ مگر چونکہ جس فرقہ کی تحریک سے یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہ وہی ہیں جو قبل از صلیب قتل کا عقیدہ رکھتے تھے اس لیے قتل کے گمان کا ازالہ پہلے کر دیا گیا اور صلیب کے خیال کا ازالہ بعد میں۔

افسوس کہ یہ شبہات دلوں میں اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ عموماً اکثر مسلمانوں کو نہ یہودیوں کے فرقوں اور ان کے عقیدوں سے پوری واقفیت ہے اور نہ عیسائیوں کے عقیدوں کی پوری اطلاع ہے۔ لہٰذا میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس جگہ میں یہودیوں کی ایک پُرانی کتاب میں سے جو قریباً انیس ۱۹ سو برس کی تالیف ہے اور اس جگہ ہمارے پاس موجود ہے اُن کے اس عقیدہ کی نسبت جو حضرت مسیح کے قتل کرنے کے بارے میں ایک فرقہ ان کا رکھتا ہے بیان کر دوں۔ اور یاد رہے کہ اس کتاب کا نام تولیدوث یشوع ہے جو ایک قدیم زمانہ کی ایک عبرانی کتاب مصنفہ بعض علماء یہود ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھا ہے پھر وہ

[1] ص آیت ۵۱۔

(یعنی یہودی لوگ) یسوع کو باہر سزا کے میدان میں لے گئے اور اُس کو سنگسار کر کے مار ڈالا اور جب وہ مر گیا تب اُس کو کاٹھ پر لٹکا دیا تا کہ اس کی لاش کو جانور کھائیں اور اس طرح مردہ کی ذلّت ہو۔ اس قول کی تائید انجیل کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ یسوع جسے تم نے قتل کر کے کاٹھ پر لٹکایا۔ دیکھو اعمال باب۵ آیت ۳۰۔

انجیل کے اس فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے قتل کیا پھر کاٹھ پر لٹکایا اور یاد رہے کہ جیسا کہ پادریوں کی عادت ہے انجیلوں کے بعض اردو ترجمہ میں اس فقرہ کو بدلا کر لکھ دیا گیا ہے مگر انگریزی انجیلوں میں اب تک وہی فقرہ ہے جو ابھی ہم نے نقل کیا ہے۔

بہرحال یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہودیوں کے حضرت عیسیٰ کے ہلاک کرنے کے بارے میں دو مذہب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اول قتل کیا اور پھر صلیب دیا پس اس مذہب کا بھی ردّ کرنا ضروری تھا اور ایسے خیال کے لوگوں کا پہلی آیت میں ذکر بھی ہے یعنی اس آیت میں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ پس جبکہ دعویٰ یہ تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا تو ضرور تھا کہ پہلے اسی دعویٰ کو ردّ کیا جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ردّ کو مکمل کرنے کے لیے دوسرے فرقہ کا بھی اس جگہ ردّ کر دیا جو کہتے تھے کہ ہم نے پہلے صلیب دیا ہے پس اس کے ردّ کے لیے مَا صَلَبُوْهُ فرما دیا۔ اور بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا۔ ترجمہ یعنی عیسیٰ نہ قتل کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا بلکہ اُن لوگوں پر حقیقتِ حال مشتبہ کی گئی۔ اور یہود و نصاریٰ جو مسیح کے قتل یا رفع روحانی میں اختلاف رکھتے ہیں محض شک میں مبتلا ہیں ان میں سے کسی کو بھی علم صحیح حاصل نہیں محض ظنون اور شکوک میں گرفتار ہیں اور وہ خود یقین نہیں رکھتے کہ مسیح عیسیٰ کو قتل کر دیا گیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں میں بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے یعنی یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھا ہے بلکہ درحقیقت وہ فوت ہو چکا ہے اور یہ جو وعدہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح دوبارہ آئے گا اس آمد ثانی سے مراد ایک ایسے آدمی کا آنا ہے کہ جو عیسیٰ مسیح کی خو اور خُلق پر ہوگا نہ یہ کہ عیسیٰ خود آجائے گا چنانچہ کتاب نیو لائف آف جیزس جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں اس کے متعلق ایک عبارت ہے جس کو میں اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۷ میں درج کر چکا ہوں اور اُس جگہ اس کے ترجمہ پر کفایت کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے

”اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنّج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں پس اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اُتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اُس کی بیہوشی دور ہوئی اس دعویٰ کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی

قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے پس ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُن کے اُتار لینے کی اجازت حاصل کی اور اُن کو فوراً اُتار کر اُن کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔"

اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچین بیلیف کے صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۷ و ۳۴۷ میں انگریزی میں ایک عبارت ہے جس کو ہم اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھ چکے ہیں ترجمہ اُس کا ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

"شلیر میجر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدّت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔"

اور یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۵۳ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی دعا بھی جو انجیل میں موجود ہے یہی ظاہر کر رہی ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے دَعَا بِدُمُوعٍ جَارِيَةٍ وَعَبَرَاتٍ مُتَحَدِّرَةٍ فَسُمِعَ لِتَقْوٰلہُ۔ یعنی عیسیٰ نے بہت گریہ وزاری سے دعا کی اور اس کے آنسو اُس کے رُخساروں پر پڑتے تھے پس بوجہ اُس کے تقویٰ کے وہ دعا منظور ہو گئی۔

اور کریئر ڈلا سیرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۹ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمی کورمرا جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا اس کے پیچھے اس کی کچھ جائداد رہی اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے ان کے حوالہ دو لاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے اُنیس ہزار روپیہ) کیے جو مختلف ملکوں کے سکوں میں تھے اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصہ سے رہتا تھا۔ روپیہ کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقع ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پُرانی عبرانی زبان میں تھے جب اُن کو پڑھا گیا تو ان میں یہ عبارت تھی۔

"پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اِس طرح پر لوگوں کو خداتعالیٰ کے نام میں اور اُس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے" اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔

"مَیں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوّے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مُقدّس گھر کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

ان فاضلوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح امتحان کرانے کے بعد بائبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دے کر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔

یسوع ابن مریم کی دعا ان دونوں پر سلام ہو۔ اس نے کہا اے میرے خدا میں اس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب ہوسکوں جس کو میں بُرا سمجھتا ہوں نہ میں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے جس کی مجھے خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور مَیں نہیں۔ لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے مجھ سے زیادہ بُری حالت میں کوئی شخص نہیں ہے اے خدا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ اے خدا ایسا نہ کر کہ میں اپنے دشمنوں کے لیے الزام کا سبب ہوں نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا۔ اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے۔ ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے اے خدا جو بڑے رحم والا ہے اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر تُو اُن سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے حاجت مند ہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۶۸-۱۷۵)

یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اس قول سے یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ عیسیٰ کا مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہُوا کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا پیغمبر قتل کیا جاتا ہے پس خدا نے اُس کا جواب دیا کہ عیسیٰ قتل نہیں ہُوا بلکہ ایمانداروں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف اُس کا رفع ہُوا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۶۹ حاشیہ)

(سوال پیش ہوا کہ) "آیت کریمہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں یہ شبہ باقی ہے کہ لفظ بَلْ فقرہ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا کے ساتھ ایک خاص ربط بخشتا ہے جس سے ان دونوں واقعات کا باہم اتّصال سمجھا جاتا ہے پس یہ بظاہر مقتضی اس بات کا ہے کہ واقع رفع کا زمانہ واقع قتل کے زمانہ کے ساتھ متّحد و مُتّصل ہو اور دونوں زمانوں میں کچھ فاصلہ نہ ہو حالانکہ حضرت کے بیان مبارک کے مطابق واقع رفع کے زمانہ اور واقع قتل کے زمانہ میں بہت فاصلہ اور ایک دور و دراز مُدّت ہے۔ اس تقدیر میں اگر آیت قرآن شریف کی اس طرح ہوتی کہ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ خَلَّصَهُ اللّٰهُ مِنْ اَيْدِيْهِمْ حَيًّا ثُمَّ رَفَعَهُ اِلَيْهِ تب البتہ یہ معنے ظاہر ہوتے۔"

(فرمایا) یہ شبہ صرف سرسری خیال سے آپ کے دل میں پیدا ہُوا ہے ورنہ اگر اصل واقعات آپ کے ملحوظ خاطر ہوتے تو یہ شبہ ہرگز پیدا نہ ہوسکتا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ توریت کی رُو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوّت کا دعویٰ کرنیوالا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے سچّا نبی نہیں ہوتا اور اگر کوئی صلیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے اور اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا ہے۔ اور یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کیے گئے اور صلیب بھی دئیے گئے بعض کہتے ہیں کہ پہلے قتل کر کے پھر صلیب پر لٹکائے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے صلیب دیکر پھر اُن کو قتل کیا گیا پس ان وجوہ سے یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع روحانی کے مُنکر تھے اور اب تک مُنکر ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ قتل کیے گئے اور صلیب دئے گئے اس لیے اُن کا خدا تعالیٰ کی طرف مومنوں کی طرح رفع نہیں ہُوا۔ یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ کافر کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا مگر مومن مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اور اُن کے زعم میں حضرت عیسیٰ مصلوب ہو کر نعوذ باللہ کافر اور لعنتی ہو گئے اس لیے وہ خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھائے

نہیں گئے۔ یہ امر تھا جس کا قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا پس خدا تعالیٰ نے ان آیات سے جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں یہ فیصلہ کر دیا چنانچہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اسی فیصلہ کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ رفع الی اللہ یہودیوں اور اسلام کے عقیدہ کے موافق اُس موت کو کہتے ہیں جو ایمانداری کی حالت میں ہو اور روح خدا تعالیٰ کی طرف جاوے اور قتل اور صلیب کے اعتقاد سے یہودیوں کا منشاء یہ تھا کہ مرنے کے وقت روح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں گئی پس یہودیوں کے دعوئ قتل اور صلیب کا یہی جواب تھا جو خدا نے دیا۔ اور دوسرے لفظوں میں ماحصل آیت کا یہ ہے کہ یہودی قتل اور صلیب کا عذر پیش کر کے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع نہیں ہُوا اور خدا تعالیٰ جواب میں کہتا ہے کہ بلکہ عیسیٰ کی روح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع ہو گیا ہے پس تفسیر عبارت کی یہ ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ عِنْدَ مَوْتِهٖ چونکہ رفع الی اللہ موت کے وقت ہی ہوتا ہے بلکہ ایمان کی حالت میں جو موت ہو اُس کا نام رفع الی اللہ ہے پس گویا یہودی یہ کہتے تھے کہ مَاتَ عِيْسٰى كَافِرًا غَيْرَ مَرْفُوْعٍ اِلَى اللّٰهِ۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ جواب دیا ہے بَلْ مَاتَ مُؤْمِنًا مَّرْفُوْعًا اِلَى اللّٰهِ سو بَلْ کا لفظ اس جگہ غیر محل نہیں بلکہ عین محاورۂ زبان عرب کے مطابق ہے۔ یہودیوں کی یہ غلطی تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں اس لیے وہ ایک غلطی سے دوسری غلطی میں پڑ گئے کہ موت کے وقت ان کے رفع الی اللہ سے انکار کر دیا لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہرگز مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے اور موت کے وقت اُن کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہُوا ہے۔ پس اس طرز کلام میں کوئی اشکال نہیں اور بَلْ کا لفظ ہرگز ہرگز ان معنوں کی رُو سے غیر محل پر نہیں بلکہ جس حالت میں باتفاق یہود و اہل اسلام رفع الی اللہ کہتے ہی اُس کو ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح خدا تعالیٰ کی طرف جائے تو اس صورت میں اس مقام میں کسی دوسرے معنوں کی گنجائش ہی نہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۷۵-۱۷۷)

یاد رہے کہ قرآن شریف صاف لفظوں میں بلند آواز سے فرما رہا ہے کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے فوت ہو گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ تو اللہ تعالیٰ وعدہ کے طور پر یہ فرماتا ہے يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ[1]۔ اور دوسری آیت میں اُس عدہ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اُس کا یہ قول ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ پہلی آیت کے یہ معنے ہیں کہ اے عیسیٰ مَیں تجھے طبعی موت دوں گا یعنی قتل اور صلیب کے ذریعہ سے تو ہلاک نہیں کیا جائے گا اور مَیں تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا پس یہ آیت تو بطور ایک وعدہ کے تھی۔ اور دوسری آیت ممدوحہ بالا میں اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ مع تشریح یہ ہے کہ یہود خود یقیناً اعتقاد نہیں رکھتے کہ اُنہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور جب قتل ثابت نہیں تو پھر موت طبعی ثابت ہے جو ہر ایک انسان کے لیے ضروری ہے پس اس صورت میں جس امر کو یہودیوں نے اپنے خیال میں حضرت عیسیٰ کے رفع الی اللہ کے لیے مانع ٹھہرایا تھا یعنی قتل اور صلیب وہ مانع باطل ہُوا اور خدا نے اپنے وعدہ کے موافق اُن کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۰۵)

علّامہ امام زمخشری نے زیر آیت اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ[2] یہ لکھا ہے کہ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ حَتْفَ اَنْفِكَ یعنی اے عیسیٰ مَیں

[1] و [2] آل عمران آیت ۵۶

تجھے تیری طبعی موت سے ماروں گا اِن معنوں کے کرنے میں علامہ موصوف نے صِرف لفظ توفّی کی اصل وضع استعمال پر نظر نہیں رکھی بلکہ مقابل پر اس آیت کو دیکھ کر کہ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا اور اس آیت کو دیکھ کر کہ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ اس بات پر قرینہ قویّہ پایا کہ اس جگہ لفظ مُتَوَفِّیْكَ کا استعمال اپنی اصلی وضع پر ضروری اور واجب ہے یعنی اس جگہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے ماروں گا اسی وجہ سے اُس نے آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کی یہ تفسیر کی کہ اِنِّیْ مُمِیْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ یعنی میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا پس امام زمخشری کی نظر عمیق نہایت قابل تعریف ہے کہ اُنہوں نے لفظ توفّی کے صِرف اصل وضع استعمال پر حصر نہیں رکھا بلکہ بالمقابل قرآن شریف کی ان آیتوں پر نظر ڈال کر کہ عیسیٰ قتل نہیں کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا اصل وضع لفظ کے مطابق مُتَوَفِّیْكَ کی تفسیر کر دی۔ اور ایسی تفسیر بجز ماہر فن علم لُغت کے ہر ایک نہیں کر سکتا یاد رہے کہ علّامہ امام زمخشری لسان العرب کا مسلّم عالم ہے۔ اور اس فن میں اُس کے آگے تمام مابعد آنیوالوں کا سر تسلیم خم ہے اور کتب لُغت کے لکھنے والے اُس کے قول کو سند میں لاتے ہیں جیسا کہ صاحب تاج العروس بھی جا بجا اُس کے قول کی سند پیش کرتا ہے۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جب کہ آیت مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا اور آیت وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ صرف توفّی کے لفظ کی توضیح کے لیے بیان فرمائی گئی ہے کوئی نیا مضمون نہیں ہے بلکہ صرف یہ تشریح مطلوب ہے کہ جیسا کہ لفظ مُتَوَفِّیْكَ میں یہ وعدہ تھا کہ عیسیٰ کو اُس کی طبعی موت سے مارا جائے گا ایسا ہی وہ طبعی موت سے مر گیا نہ کسی نے قتل کیا اور نہ کسی نے صلیب دیا پس یہ خیال بھی جو یہود کے دل میں پیدا ہُوا تھا جو عیسیٰ نعوذ باللہ لعنتی ہے اور اُس کا روحانی رفع نہیں ہُوا ساتھ ہی باطل ہو گیا۔ کیونکہ اس خیال کی تمام بنا صِرف قتل اور صلیب پر تھی اور اُسی سے یہ نتیجہ نکالا گیا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ ملعون اور راندہ درگاہ الٰہی ہیں جن کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہُوا۔ پس چونکہ مُتَوَفِّیْكَ کے لفظ کے ساتھ خدا تعالےٰ نے یہ شہادت دی کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے مرا ہے۔ اور پھر خدا نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ مُتَوَفِّیْكَ کے لفظ کا جو اصل منشا تھا یعنی طبعی موت سے مرنا اس منشاء کی آیت مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ اور آیت وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا کے ساتھ پورے طور پر تشریح کر دی۔ کیونکہ جس شخص کی موت قتل وغیرہ خارجی ذریعوں سے نہیں ہوتی اُس کی نسبت یہی سمجھا جائے گا کہ وہ طبعی موت سے مرا ہے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ فقرہ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ مُتَوَفِّیْكَ کے لفظ کے لیے بطور تشریح واقع ہُوا ہے اور جب قتل اور صلیب کی نفی ثابت ہوئی تو بموجب اس قول کے کہ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ رفع الی اللہ حضرت عیسیٰ کا ثابت ہو گیا۔ اور یہی مطلوب تھا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۰۹-۲۱۰)

چونکہ یہودیوں کے عقیدہ کے موافق کسی نبی کا رفع روحانی طبعی موت پر موقوف ہے اور قتل اور صلیب رفع روحانی کا مانع ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے اوّل یہود کے ردّ کے لیے یہ ذکر فرمایا کہ عیسیٰ کے لیے طبعی موت ہو گی اور پھر چونکہ رفع روحانی طبعی موت کا ایک نتیجہ ہے اس لیے لفظ مُتَوَفِّیْكَ کے بعد رَافِعُكَ اِلَیَّ لکھ دیا تا یہودیوں کے خیالات کا پورا

ردّ ہو جائے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۰۹ حاشیہ)

کہتے ہیں کہ مسیح کی شبیہ کو سولی دی گئی مگر میں کہتا ہوں کہ اس میں حصر عقلی یہی بتاتا ہے کہ وہ شخص جو مسیح کی شبیہ بنایا گیا یا دشمن ہوگا یا دوست اگر وہ دشمن تھا تو ضرور تھا کہ وہ شور مچاتا کہ میں مسیح نہیں ہوں اور میرے فلاں رشتہ دار موجود ہیں میرا اپنی بیوی کے ساتھ فلاں راز ہے مسیح کو تو میں ایسا سمجھتا ہوں غرض وہ شور مچا کر اپنی صفائی اور بریت کرتا حالانکہ کسی تاریخ صحیح سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جو شخص صلیب پر لٹکایا گیا تھا اُس نے شور مچا کر رہائی حاصل کر لی تھی۔

اور اگر وہ مسیح کا دوست اور حواری ہی تھا پھر صاف بات ہے کہ وہ مومن باللہ تھا اور وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے بلا وجہ ملعون ہوا اور خدا نے اس کو ملعون بنایا۔ رہی یہ بات کہ مصلوب ملعون کیوں ہوتا ہے؟ یہ عام بات ہے کہ جو چیز کسی فرقہ سے تعلق رکھتی ہے وہ اس کے ساتھ منسوب ہو جاتی ہے سولی کو مجرموں کے ساتھ تعلق ہے جو گویا کاٹ دینے کے قابل ہوتے ہیں اور خدا کا تعلق مجرم کے ساتھ کبھی نہیں ہوتا یہی لعنت ہے اس وجہ سے وہ لعنتی ہوتا ہے۔

اس لیے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک مومن ناکردہ گناہ ملعون قرار دیا جاوے پس یہ دونوں باتیں غلط ہیں اصل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کی کہ مسیح کی حالت غشی وغیرہ سے ایسی ہوگئی جیسے مردہ ہوتے ہیں۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۸)

میں اس کو نہیں مانتا کہ وہ (حضرت مسیح علیہ السلام) صلیب پر مرے ہوں بلکہ میری تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتر آئے اور خود مسیح علیہ السلام بھی میری رائے کے ساتھ متفق ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کا بڑا معجزہ یہی تھا کہ وہ صلیب پر نہیں مریں گے۔ کیونکہ یونس نبی کے نشان کا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ اب اگر یہ مان لیا جائے جیسا کہ عیسائیوں نے غلطی سے مان رکھا ہے کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے تو پھر یہ نشان کہاں گیا؟ اور یونس نبی کے ساتھ مماثلت کیسی ہوگی۔ یہ کہنا کہ وہ قبر میں داخل ہو کر تین دن کے بعد زندہ ہوئے بہت بیہودہ بات ہے اس لیے کہ یونس تو زندہ مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوئے تھے نہ مر کر۔ یہ نبی کی بے ادبی ہے اگر ہم اس کی تاویل کرنے لگیں اصل بات یہی ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتر آئے۔ ہر ایک سلیم الفطرۃ انسان کو واجب ہے کہ جو کچھ مسیح نے صاف لفظوں میں کہا اُس کو محکم طور پر پکڑیں۔ حضرت عیسیٰ پر ایک غشی کی حالت تھی۔ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اور اسباب اور واقعات بھی اس قسم کے پیش آگئے تھے کہ وہ صلیب کی موت سے بچ جائیں چنانچہ سبت کے شروع ہونے کا خیال۔ حاکم کا مسیح کے خون سے ہاتھ دھونا اُس کی بیوی کا خواب دیکھنا وغیرہ خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھا دیا ہے اور ایک بہت بڑا ذخیرہ دلائل اور براہین کا دیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہرگز صلیب پر نہیں مرے صلیب پر سے زندہ اُتر آئے غشی کی حالت بجائے خود موت ہوتی ہے دیکھو سکتہ کی حالت میں نہ نبض رہتی ہے نہ دل کا مقام حرکت کرتا ہے بالکل مردہ ہی ہوتا ہے مگر پھر وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ مسیح کے نہ مرنے کے دو بڑے زبردست گواہ ہیں اول تو یہ ہے کہ یہ ایک نشان اور معجزہ تھا ہم نہیں چاہتے کہ اس کی کسر شان کی جاوے اور وہ آدمی سخت حقارت

اور نفرت کے لائق ہے جو اللہ تعالیٰ کے نشانات کو حقیر سمجھ لیتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق نہیں کرتے کہ وہ صلیب پر مرے ہیں بلکہ صلیب پر سے زندہ اُتر آئے اور پھر اپنی طبعی موت سے مرنے کی تصدیق فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اگر انجیل کی ساری باتوں کو جو اس واقعہ صلیب کے متعلق ہیں یکجائی نظر سے دیکھیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر مرے ہوں۔ حواریوں کو ملنا۔ زخم دکھانا کباب کھانا۔ سفر کرنا یہ سب امور ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں اگرچہ خوش اعتقادی سے ان واقعات کی کچھ بھی تاویل کیوں نہ کی جاوے لیکن ایک منصف مزاج کہہ اُٹھے گا کہ زخم لگے رہے اور کھانے کے محتاج رہے یہ زندہ آدمی کے واقعات ہیں۔ یہ واقعات اور صلیب کے بعد کے دوسرے واقعات گواہی دیتے ہیں اور تاریخ شہادت دیتی ہے کہ دو تین گھنٹہ سے زیادہ صلیب پر نہیں رہے اور وہ صلیب اس قسم کی نہ تھی جیسے آج کل کی پھانسی ہوتی ہے جس پر لٹکاتے ہی دو تین منٹ کے اندر ہی کام تمام ہوجاتا ہے بلکہ اس میں تو کیل وغیرہ ٹھونک دیا کرتے تھے اور کئی دن رہ کر انسان بھوکا پیاسا مرجاتا تھا۔ مسیح کے لیے اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا وہ صرف دو تین گھنٹہ کے اندر ہی صلیب سے اُتار لیے گئے۔ یہ تو وہ واقعات ہیں جو انجیل میں موجود ہیں جو مسیح کے صلیب پر نہ مرنے کے لیے زبردست گواہ ہیں۔

پھر ایک اور بڑی شہادت ہے جو اس کی تائید میں ہے وہ مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی ہزاروں کتابوں میں برابر درج ہے اور اس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ یہ مرہم مسیح کے زخموں کے واسطے حواریوں نے طیار کی تھی۔ یہودیوں۔ عیسائیوں کی طبی کتابوں میں اس مرہم کا ذکر موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور امر پیدا ہوگیا ہے جس نے قطعی طور سے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح کا صلیب پر مرنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے وہ ہرگز ہرگز صلیب پر نہیں مرے اور وہ ہے مسیح کی قبر مسیح کی قبر سرینگر خانیار کے محلہ میں ثابت ہوگئی ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جو دنیا کو ایک زلزلہ میں ڈال دیگی کیونکہ اگر مسیح صلیب پر مرے تھے تو یہ قبر کہاں سے آگئی۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱-۲)

سوال کیا گیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانا قرآن میں کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ فرمایا وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے یہ واقعہ عیسائیوں اور یہودیوں کے متواترات سے ہے قرآن شریف اس کا انکار کیوں کرنے لگا تھا۔ قرآن یا حدیث صحیح میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ مسیح چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا یہ صرف خیالی امر ہے کیونکہ اگر مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا اور وہ کوئی اور شخص تھا تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا دوست ہوگا یا دشمن پہلی صورت میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے ایک دوست کو ملعون بنایا۔ جس لعنت سے خود بچنا چاہتا تھا اس کا نشانہ دوست کو بنایا۔ یہ کون شریف پسند کر سکتا ہے۔ پس وہ حواری تو ہو نہیں سکتا۔ اگر دشمن تھا۔ تو چاہیئے تھا کہ وہ دہائی دیتا اور شور مچاتا کہ میں تو فلاں شخص ہوں مجھے کیوں صلیب دیتے ہو۔ میری بیوی اور رشتہ داروں کو بلاؤ میرے فلاں اسرار ان کے ساتھ ہیں تم دریافت کر لو۔

غرض اس تواتر کا انکار فضول ہے اور قرآن شریف نے ہرگز اس کا انکار نہیں کیا۔ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے جو لعنت کا موجب ہوتی تھی۔نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی اس لیے مَا قَتَلُوْہُ کہا اگر یہ مطلب نہ تھا تو پھر مَا قَتَلُوْہُ کہنا فضول ہو جائے گا۔یہ ان کے تواترات میں کہاں تھا؟ یہ اس لیے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا پھر مَا صَلَبُوْہُ سے اور صراحت کی اور لٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ سے اور واضح کر دیا کہ وہ زندہ ہی تھا یہودیوں نے مردہ سمجھ لیا۔

اگر آسمان پر اُٹھایا جاتا تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ہنسی ہوتی کہ اصل مقصود تو بچانا تھا یہ کیا تماشا کیا کہ دوسرے آسمان سے پہلے بچا ہی نہ سکا۔چاہیئے تھا کہ ایک یہودی کو ساتھ لے جاتے اور آسمان سے گرا دیتے تا کہ ان کو معلوم ہو جاتا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

یہود لوگ حضرت مسیح (علیہ السلام) کو دو وجہ سے ملعون ٹھہراتے تھے ایک اُن کو ولد الزنا کہہ کر دوسرا مصلوب کرنے کے لحاظ سے جب خدا تعالیٰ نے اُن کے ولد الزنا ہونے کا ذبّ کیا ہے تو چاہیئے تھا کہ اُن کے مصلوب ہونے کا بھی ذبّ کرتا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا تو ایک الگ تھلگ امر ہے اول ذب دلالت کرتا ہے کہ دوسرا بھی ذب ہو۔

(البدر جلد ۱ نمبر ۳ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۱-۲۲)

عام محاورہ زبان میں اگر یہ کہا جاوے کہ فلاں مصلوب ہوا یا پھانسی دیا گیا تو اس کے معنے یہی ہوتے ہیں کہ صلیب پر اس کی جان نکل گئی۔اگر کوئی مجرم پھانسی پر لٹکایا جاوے مگر اس کی جان نہ نکلے اور زندہ اتار لیا جاوے تو کیا اس کی نسبت پھانسی دیا گیا یا مصلوب کا لفظ بولا جاوے گا۔ہرگز نہیں بلکہ اُس کی نسبت یہ الفاظ بولنے ہی جرم ہوں گے۔مصلوب اُسے کہتے ہیں کہ جس کی جان صلیب پر نکل جاوے اور جس کی جان نہ نکلے اُسے مصلوب نہیں کہتے خواہ وہ صلیب پر چڑھا کر اتار لیا گیا ہو۔یہودی زندہ موجود ہیں ان سے دریافت کر لو کہ آیا مصلوب کے یہ معنے ہیں جو ہم کرتے ہیں یا وہ جو ہمارے مخالف کرتے ہیں۔پھر محاورہ زبان کو بھی دیکھنا چاہیئے مَا صَلَبُوْہُ کے ساتھ ہی مَا قَتَلُوْہُ رکھ دیا کہ بات سمجھ میں آجاوے کہ صلیب سے مراد جان لینی تھی جو کہ نہیں لی گئی اور صلیبی قتل وقوع میں نہیں آیا۔

شُبِّہَ لَہُمْ کے معنے ہیں مشبّہ بالمصلوب ہو گیا۔اس میں ان لوگوں کا یہ قول کہ کوئی اور آدمی مسیح کی شکل میں بن گیا تھا بالکل باطل ہے۔عقل بھی اُسے قبول نہیں کرتی اور نہ کوئی روایت اس کے بارے میں صحیح موجود ہے۔بھلا سوچ کر دیکھو کہ اگر کوئی اور آدمی مسیح کی شکل بن گیا تھا تو وہ دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو مسیح کا دوست ہو گا۔یا اس کا دشمن۔اگر دوست ہو گا تو یہ اعتراض ہے کہ جس لعنت سے خدا نے مسیح کو بچانا چاہا۔وہ اس کے دوست کو کیوں دی۔اس سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے اور اگر وہ دشمن تھا تو اُسے کیا ضرورت تھی کہ وہ مسیح کی جگہ پھانسی ملتا اُس نے دوہائی دی ہو گی اور چلایا ہو گا کہ میرے بیوی بچوں سے پوچھو میرا فلاں نام ہے اور میں مسیح نہیں ہوں پھر اکثر موجودہ آدمیوں کی تعداد میں سے بھی ایک آدمی کم

ہوگیا ہوگا جس سے معاینہ لگ سکتا ہے کہ یہ شخص مسیح نہیں غرضیکہ ہر طرح سے یہ خیال باطل ہے اور شُبِّہَ لَھُمْ سے مراد مُشَبَّہٌ بِالْمَصْلُوْبِ ہے۔ (البدر جلد ۲ ۴۱-۴۲ مورخہ ۲۹ اکتوبر-۸ نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۲۲-۳۲۳)

یہود کا اعتراض جو قرآن شریف میں درج ہے۔ وہ یہی ہے کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ۔ یعنی ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ چونکہ انہوں نے قتل کا لفظ بولا تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے پہلے لفظ قتل کی ہی نفی کی دوم یہ کہ یہود میں دو روایتیں تھیں۔ ایک یہ کہ ہم نے یسوع کو تلوار سے قتل کر دیا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس کو صلیب پر مارا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر دو کی جدا جدا نفی کی تیسری بات یہ ہے کہ یہودیوں کی بعض پرانی کتب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ یسوع کو پہلے سنگسار کیا گیا تھا۔ اور جب وہ مر گیا تو بعد میں اس کو کاٹھ پر لٹکایا گیا۔ یعنی پہلے قتل ہوا اور پیچھے صلیب۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی نفی کی اور فرمایا کہ یہود جھوٹے ہیں۔ نہ حضرت مسیح ان کے ہاتھوں قتل ہوئے اور نہ صلیب کے ذریعے مارے گئے۔ (بدر جلد ا نمبر ۲۱ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

انجیل کے دو مقام پر غور کرنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح سولی پر ہرگز نہیں مرا چنانچہ ایک جگہ مسیح خود اپنے قصہ کو یونس بن متی کے قصہ سے مشابہت دیتا ہے بلکہ اس قصہ کو بطور نشان کے قرار دیتا ہے اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر نہیں مرا تھا اور نہ مُردہ ہونے کی حالت میں شکم ماہی میں داخل ہوا تھا تو پھر اگر فرض کیا جائے کہ مسیح مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوا تھا تو یونس کے قصہ سے اس کے قصہ کو کسی طرح مشابہت نہیں رہتی پس یہ مثال جو اپنے لیے مسیح نے پیش کی ہے ایک دانشمند کے لیے بشرطیکہ اس کی عقل کسی تعصّب یا عادت کے نیچے دبی ہوئی نہ ہو۔ مسیح کی طرف سے ایک صاف گواہی ہے کہ وہ سولی پر نہیں مرا تھا اور قبر میں زندہ داخل ہوا تھا جیسا کہ یونس بھی مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہوا تھا اور یونس نبی پر جو ابتلا آیا تھا اصل جڑھ اس کی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ چالیس دن کے اندر اُن پر عذاب نازل ہوگا اور وہ عذاب ان پر نازل نہ ہوا اس لیے یونس کے دل پر اس سے بہت صدمہ پہنچا کہ اس کی پیشگوئی غلط نکلی اور وہ قوم سے ڈر کر کسی دوسرے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ اسی طرح مسیح ابن مریم پر جو ابتلا آیا اس کی جڑھ بھی اس کی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ وہ اس قوم پر حکمران اور بادشاہ ہو جائے گا اور داؤد کا تخت اسے ملے گا مگر وہ پیشگوئی ان معنوں کی رُو سے جو مسیح نے سمجھی پوری نہ ہوئی اور غلط نکلی اس لیے مسیح کو اس کی وجہ سے بہت صدمہ پہنچا اور وہ جیسا کہ اس نے انجیل میں اشارہ کیا ہے ارادہ رکھتا تھا کہ یونس کی طرح کسی اَور ملک کی طرف بھاگ جائے کیونکہ اس نے کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں پس اس کے دل میں تھا کہ کسی اَور جگہ ہجرت کر کے عزت پاوے اور ہجرت انبیاء علیہم السلام کی سُنّت میں سے بھی ہے۔ لیکن چونکہ کسی قدر قوم کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھانا اس کی قسمت میں تھا اس لیے اس ارادہ کے پورا کرنے سے پہلے ہی پکڑا گیا اور سولی پر کھینچا گیا مگر جیسا کہ یونس کے قصہ کے خیال سے سمجھا جاتا ہے خدا نے اس کو اس موت سے بچا لیا اور اُس کی دُعا کو جو باغ میں کی تھی اس کے تقوٰی کی وجہ سے قبول کیا تب اس نے اپنے اس ارادہ کو پورا کیا جو اس کے دل میں تھا اور دوسری گُم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں وہ دُور دراز ملکوں کی طرف نکل گیا اسی وجہ سے اس کا

یسُوع آسف نام ہُوا یعنی گُم شدہ قوم کو تلاش کرنے والا۔ پھر کثرتِ استعمال سے یہ لفظ یوز آسف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ غرض یُونس نبی سے مسیح کی یہی مماثلت تھی کہ وُہ زندگی کی حالت میں ہی یُونس کی طرح قبر میں داخل ہُوا اور نیز قوم کے ڈر سے دُوسرے ملک کی طرف بھاگا۔ اگر اس مماثلت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر مسیح کا بیان خلاف واقع ٹھہرتا ہے اور نیز بجائے مماثلت کے منافات ثابت ہوتی ہے اور مماثلت کے قبول کرنے سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔

پھر دوسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اس کی وہ دعا ہے جو اس نے باغ میں نہایت تضرع اور عاجزی سے کی تھی جس کا مُفصّل ذکر انجیلوں میں موجُود ہے اور میں ہرگز سمجھ نہیں سکتا کہ اس قسم کی دُعا کہ مسیح جیسا ایک راستباز ساری رات کرے اور گریہ اور زاری اور تضرع کو انتہا تک پہنچا دے تب بھی وُہ دعا قبول نہ ہو۔ دعا کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ سُولی سے بچایا جاوے کیونکہ یہودیوں نے یہ سوچا تھا کہ مسیح کو سُولی دیکر یہ امر لوگوں کے ذہن نشین کریں کہ وہ نعوذ باللہ صادق نہیں ہے اور ان کاذبوں میں سے ہے جن پر خُدا کی لعنت ہے یہی غم تھا جس کی وجہ سے مسیح نے ساری رات دعا کی تھی ورنہ اس کو موت کا کوئی غم نہ تھا اور ایسی حالت میں ضروری تھا کہ خُدا تعالیٰ مسیح کی بریت کے لیے اس کی دعا منظور فرماتا سو وہ دعا منظور کی گئی۔ چُنانچہ انجیل میں صریح الفاظ میں اس کا ذکر ہے کہ مسیح رات کو روتا رہا اور وہ جناب الٰہی میں چیخیں مارتا رہا اور ساری رات اس کے آنسُو جاری رہے پس اس کے تقویٰ کی وجہ سے وہ دُعا قبول کی گئی دیکھو عبرانیوں ۵ اس مقام میں عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر بہت سخت تعجّب ہے کہ جس حالت میں انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ باغ والی دُعا قبول کی گئی تو پھر قبول ہونے کے بجز اس کے اَور کیا معنے ہیں کہ وہ صلیب پر مرنے سے بچایا گیا۔

پھر تیسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اس کا زندہ دکھا جانا ہے یعنی وہ بعد صلیب کے اپنے حواریوں کو ملا اور اپنے زخم دِکھلائے اور ان کے ساتھ گلیل کی طرف گیا اس جگہ عقل کو اس فتوے کے لیے کوئی راہ نہیں کہ وہ مرکر پھر زندہ ہو گیا کیونکہ یہ امر غیر معقُول اور سخت بعید از قیاس ہے جو بودی اور کمزور شہادتوں سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ عقل کے لیے سہل طریق یہی ہے کہ صلیب پر اس کی جان نہیں نکلی تھی جیسا کہ اس سے پہلے بھی ایسے اِتّفاق کئی ہوئے تھے کہ بعض آدمی صلیب پر نہیں مرے تھے۔ پس طریق معقول کو چھوڑ کر طریق نامعقول کو اختیار کرنا سراسر سچائی سے دشمنی اور جہالت سے دوستی ہے اگر مسیح نئے سرے زندہ کیا جاتا تو اس کو قوم کا کچھ خوف نہ ہوتا کیونکہ جس خُدا نے اس کو مار کر پھر زندہ کیا وُہ خُدا اس کو ضرور بچاتا اور اس کا یقین بڑھ جاتا۔ پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ مسیح دوبارہ زِندگی کے بعد یہود سے ڈرتا رہا کہ مجھے پکڑ نہ لیں اور اپنے شاگردوں کو منع کرتا رہا کہ یہود کو میری اطلاع نہ ہو تا ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پھر آکر مجھے پکڑ لیں۔ پھر عجیب در عجیب یہ بات ہے کہ مسیح کو دوبار خدا نے زِندہ تو کیا مگر اس کے زخموں کے اچّھا کرنے پر وُہ قادر نہ ہو سکا اور آخر اچّھا کرنے کے لیے اس مرہم کی حاجت پڑی جو آجتک مرہم عیسیٰ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

پھر چوتھی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا نُسخہ مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی کتابوں میں جو ہزار کے قریب ہیں بلکہ

غالباً اس سے زیادہ ہوں گی اب تک پایا جاتا ہے موجود ہے اور یہ کتابیں یونانی رُومی عبرانی فارسی میں موجود ہیں اور اس زمانہ سے عیسوی تاریخ کی دوسری صدی تک ان کتابوں کا پتہ ملتا ہے۔ اس نسخہ مرہم عیسیٰ کی نسبت طبیب لوگ یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے عیسیٰ کے لیئے تیار کی تھی اور چُونکہ اس مرہم کے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوٹوں کے لیے بہت مفید ہے اور زخم کو اچھا کرتی ہے اور خُون جاری کو بند کرتی ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرہم حضرت مسیح کی اُن چوٹوں کے لیے تیار کی گئی تھی جو صلیب سے اس کو پہنچی تھیں یہ شہادت یعنی نسخہ مرہم عیسیٰ بڑی توجہ کے لائق ہے کیونکہ علمی کتابوں میں یہ درج ہے اور ہزارہا طبیب اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں۔

پھر پانچویں دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ نقودیموس کی انجیل ہے جو لنڈن میں بزبان انگریزی ۱۸۲۰ء میں چھپی تھی اس انجیل کے دسویں باب میں لکھا ہے کہ رُومی سپاہیوں نے یہودیوں کو کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تُم نے یوسف کو جس نے یسُوع کی نعش کو کفنایا تھا ایک کوٹھہ میں بند کیا ہے جس کی کلید مہر بند کر کے رکھی تھی اور جب تم نے اس کوٹھہ کو کھولا تو یوسف کو تم نے نہ پایا ہم کو یوسف کو دو جس کو تم نے ایک کوٹھہ میں بند کیا تھا تو ہم تم کو یسُوع کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) دیدیں گے جس کی ہم نے قبر میں حفاظت کی تھی یہُودیوں نے جواب دیا کہ ہم تم کو یوسف کو دیدیں گے تم ہم کو یسوع کو دو۔ یوسف اپنے شہر اری ماتھی میں ہے سپاہیوں نے جواب دیا کہ اگر یوسف اری ماتھی میں ہے تو یسُوع گلیل میں ہے"۔ اس لفظ میں صریح اشارہ ہے کہ یسُوع یعنی حضرت عیسےٰ صلیب سے بچ کر اپنے شہر گلیل میں چلا گیا تھا۔ اور اس انجیل پر کچھ موقوف نہیں مروجہ چار انجیلوں پر غور کر کے بھی اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف گیا تھا پس ایک امر قریب القیاس کو چھوڑ کر جو صاف اور سیدھے طور پر معلوم ہو رہا ہے ایک اعجوبہ بعید از قیاس بنانا اور مسیح کو مار کر پھر اس کو زندہ کرنا ایک ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی عقلمند اس کو قبول نہیں کریگا۔ کیوں یہ بات نہ مان لی جائے کہ یسُوع صلیب پر نہیں مرا۔ اور مرنے کے اسباب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے نہ اس کی ٹانگیں توڑی گئیں اور نہ وُہ بہت دیر تک صلیب پر رکھا گیا پھر کچھ تعجّب کی بات نہیں تھی کہ وہ صلیب پر نہ مرتا بلکہ تعجّب کی بات یہ تھی کہ باوجود ٹانگیں نہ توڑنے کے وہ صرف تین چار گھنٹہ کی مُدّت میں صلیب پر مرجاتا۔ اس واقعہ کی نظیر کسی مصلوب میں نہ پاؤگے کہ وہ باوجود ٹانگوں کے نہ توڑنے کے اس قدر جلد مر گیا۔ قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ خُدا کی جان بہ نسبت اِنسان کی جان کے بہت دیر کے بعد نکلتی۔ کیونکہ جس قدر خُدا اور انسان میں فرق ہے اسی قدر ان کے مرنے میں بھی فرق ہونا چاہیئے پس یہ کیا بات ہے کہ اِنسانوں کی تو صلیب پر چھ چھ سات سات دن کے بعد جان نکلے اور جو خدا کہلاتا تھا جس نے اپنی قوی طاقتوں سے دُنیا کو نجات دینا تھا وہ تین چار گھنٹہ میں مرجائے۔ اور یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ اگرچہ وہ خُدا تھا لیکن تمام دُنیا کے گناہ جو یک دفعہ اکٹھے ہو کر اس کی گردن پر پڑے اس لیے وُہ کمزور ہو گیا اور ان گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہ کرسکا۔ اس لیے وہ جلد تر مر گیا۔ کیونکہ اگر وہ گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہیں کرسکتا تھا تو کیوں اس نے ایسی فضولی کی کہ مَیں برداشت کروں گا۔ اور کیوں اس نے کہا کہ مَیں تمام دُنیا کے گناہ اپنے سر پر لے سکتا ہوں۔

جس حالت میں گناہ غالب رہے جنہوں نے بہت جلد اس کو ہلاک کر دیا اس لیے قوی طاقت کے لحاظ سے گناہ قابلِ تعریف ہیں نہ کہ یسوع مسیح کہ جو ایسا جلد ان کے نیچے دب کر مر گیا جیسا کہ ایک کمزور بچہ تھوڑے سے صدمہ سے مر جاتا ہے بہرحال عجیب بات ہے کہ خدا پر گناہ غالب آگئے یہاں تک کہ ان گناہوں نے صرف تین گھنٹوں تک اس کا کام تمام کر دیا۔ ایسے کمزور خدا پر ایمان لانا جس کی موت کا باعث اس کی کمزوری ہے۔ اگر بد قسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو پادری صاحبوں کا عجیب عقیدہ ہے مگر ان کی ان سکلوپیڈیا جلد ۱۳ صفحہ ۶۶۹ میں لکھا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد دس دفعہ لوگوں سے ملاقات کی اور وہ صرف تین گھنٹہ تک صلیب پر رہا تھا اب اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ضرور صلیب سے زندہ بچ گیا جیسا کہ اس سے پہلے بھی وہ یہودیوں کے حملوں سے بچتا رہا۔

پھر چھٹی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا یہ ہے کہ عیسائی فرقوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی رنگ میں ہوگی نہ کہ حقیقی یعنی اس کی خو اور صفت پر کوئی اور آجائیگا کیونکہ وہ مر چکا ہے۔ چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اول صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹرا س میں یہ عبارت ہے جس کا ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔

جرمن کے محقق عیسائی یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضا پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں پس اگر فرض بھی کر لیا جائے تو قریب چھ گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اُتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اس کی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعوی کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے پس میں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے ان کے اُتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اُتار کر ان کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔

اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بیلیف کے صفحہ ۴۵۵۔ ۴۵۷ میں یہ عبارت ہے جس کا ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے:۔

شلیر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصل موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایسا ہی کتاب سوپر نیچرل ریلجن کے صفحہ ۸۷۵ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے

کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ یسُوع دراصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اُتار کر اس کا جسم اِس کے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔ اِس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسُوع صلیب پر تین گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے رہ کر فوت ہُوا۔ لیکن صلیب پر ایسی جلدی ہی کی موت کبھی پہلے واقع نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھوں پر میخیں لگائی گئی تھیں اور پاؤں پر نہیں تھیں چُونکہ یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلُوب کی ٹانگ توڑی جاوے اس واسطے تین انجیل نویسوں نے تو اس کا کچھ ذکر بھی نہیں کیا اور چوتھے نے صرف اپنی کسی خاص غرض کی تکمیل کے لیے اس کا ذکر کیا ہے اور جہاں ٹانگ توڑنے کا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ بھی کالعدم ہو جاتا ہے پس ظاہر موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹے کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد واقع ہوئی اور اس کے علاوہ گذشتہ شب بھی بیداری اور تکلیف میں گذری تھی۔ جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہو گئی تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ مِلا لیکن یہودیوں کے ڈر سے وہ بڑی احتیاط سے نکلتا تھا۔ حواریوں نے یہی سمجھا کہ وُہ مر کر زندہ ہُوا ہے اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہنچ کر وہ پھر بحال ہُوا۔ اس لیے ممکن ہے کہ اِس نے خود بھی یہی خیال کیا ہو کہ مَیں مر کر پھر زندہ ہُوا ہوں۔ اب جب اُستاد نے دیکھا کہ اس ظاہری موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے تو پھر وہ کسی نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا۔ اور مفقود الخبر ہو گیا۔

ایسا ہی مشہور و معروف رینن اپنی کتاب میں لکھتا ہے (لائف آف جیزس صفحہ ۲۶۹) یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسُوع کی موت کی اصلیت کی نسبت بہت شکوک پیدا ہو گئے تھے جو لوگ صلیب پر موت کو دیکھنے کے عادی تھے وُہ کبھی اِس بات کو تسلیم کر ہی نہ سکتے تھے کہ چند گھنٹے صلیب پر رہ کر جیسا کہ یسُوع رہا موت واقع ہو سکتی ہے وُہ بہت ساری مثالیں مصلوب آدمیوں کی پیش کرتے تھے۔ جن کو وقت پر صلیب سے اُتار اگیا تو آخر کار علاج کرنے سے وہ بالکل شفایاب ہو گئے۔ آری گن کا (ابتدائی زمانہ کا ایک مشہور عیسائی فاضل) کچھ عرصہ یہ خیال تھا کہ اس قدر جلدی موت کا واقع ہونا مسیح کا معجزہ ہے۔ یہی حیرت مرقس کے بیان میں بھی پائی جاتی ہے۔

اب اِس کے بعد ایک بھاری ثبوت اس بات کا کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام صلیب سے مخلصی پا کر آسمان کی طرف نہیں اُٹھائے گئے بلکہ کسی اَور ملک کی طرف چلے گئے۔ ایک اَور ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں لیکن قبل تحریر اس واقعہ کے ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصّہ کہ گویا حضرت مسیح مصلُوب ہونے کے بعد یا مصلوب ہونے سے پہلے آسمان پر چلے گئے تھے ایسا ایک بیہُودہ قصّہ ہے کہ ایک غور کرنے والی طبیعت اس کو بدیہی طور پر جھُوٹا قرار دیگی۔ خدا تعالیٰ کا یہ عام قانُون قُدرت ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ نازل ہو سکتا ہے۔ چُنانچہ اس کی نظیر الیاس کا قصّہ ہے کیونکہ الیاس کا قصّہ جس کی دوبارہ آمد پر مسیح کی نبوّت موقوف تھی۔ آخر مسیح کی زبان سے ہی قابلِ تاویل ٹھہرا اور دوبارہ آنا اُس کا محض ایک مجاز کے طور پر تصوّر کیا گیا پھر کیونکر اعتبار کیا جائے کہ مسیح کے صعود اور نزول سے مُراد حقیقی صعود اور نزول ہے۔

جس امر کی دُنیا کی ابتدا سے کوئی بھی نظیر نہیں۔ اس امر پر اصرار کرنا اپنے تئیں ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ ماسوا اس کے یہ امر سراسر غیر معقول ہے کہ ایک نبی اپنے فرض منصبی کو ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے مسیح کو اس بات کا اقرار ہے کہ اس کی اَور بھی بھیڑیں ہیں جن کو پیغام پہنچانا ضروری ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ یہودی جو دُوسرے ملکوں میں منتشر ہوگئے تھے ابھی ان کو ہدایت کرنا باقی ہے۔ پس صلیب سے مُخلصی پاکر مسیح کا یہ فرض تھا کہ ان بدقسمت یہودیوں کو اپنے آنے سے مطلع کرتا جن کو اس کے آنے کی خبر بھی نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ ہندوستان کے بعض حصّوں میں خاص کر کشمیر میں مُدّت سے سکونت پذیر ہوگئے تھے اور مسیح نے خود اس بات کو بیان کر دیا تھا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ منتشر شُدہ بنی اسرائیل کو بھی ان سے مُلاقات کرکے ان کو اپنی ہدایتوں سے فیض یاب کرے پس ایک راست باز کے بدن پر اس سے لرزہ پڑتا ہے کہ یہ گناہ عظیم مسیح کی طرف منسُوب کر سکے کہ وہ منصبی کام کو ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھا۔ اور نہ ہم اس لغو اور بیہودہ امر کو خُدائے حکیم کی طرف منسُوب کر سکتے ہیں کہ وُہ ایک زندہ شخص کو جس میں اچھے اچھے کام کرنے کی قوتیں موجود ہیں اور مخلُوق کو اپنی ہدایتوں سے نفع پہنچا سکتا ہے تمام کاموں سے مُعطّل کرکے آسمان پر بٹھا وے اور اس قیدی کی طرح جو قید محض میں ایام گذارتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا چھوڑ دے۔

کیا مسیح کے لیے یہ بہتر تھا کہ وہ اپنی اس لمبی عُمر کو بنی نوع اِنسان کی خدمت میں مصروف کرتا اور ہر ایک ملک میں سفر کرکے جیسا کہ خُود اس کو ایک نبی سیّاح سمجھا گیا ہے اپنی منتشر قوم کو فائدہ پُہنچاتا یا یہ کہ اپنی تبلیغ کا کام ناتمام چھوڑ کر اور قوم کو طرح طرح کی گمراہیوں میں پاکر آسمان پر جا بیٹھتا۔ بالخصوص اُن بدقسمت لوگوں کا کیا گناہ تھا جنھوں نے ابھی اس کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

اور یہ کہ وہ مختلف ملکوں کا سیر کرتا ہُوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں سَیر کرکے آخر سری نگر محلہ یار خاں میں بعد وفات مدفون ہُوا۔ اس کا ثبوت اس طرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتّفاق رکھتے ہیں کہ یوز آسف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دُور دراز سفر کرکے کشمیر میں پُہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسُوع مسیح رہتا تھا اسی ملک کا وہ باشندہ تھا اور اس کی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی بلکہ بعض مثالیں اور بعض فقرے اس کی تعلیم کے بعینہٖ مسیح کے ان تعلیمی فقرات سے ملتے ہیں جو اب تک انجیلوں میں پائے جاتے ہیں اور عیسائی نہایت مجبور اور حیرت زدہ ہوکر اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ یہ شخص جو یوز آسف اور شاہزادہ نبی کہلاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھا اسی بناء پر اس کو بڑا مُقدّس سمجھا گیا ہے یہاں تک کہ سسلی میں اس کے نام کا ایک گرجا بھی بنایا ہُوا ہے جو پُرانا اور قدیم زمانہ سے ہے اور اسی تعلّق کے قبول کرنے کے بعد یوز آسف کا قصّہ یُورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر پُرجوش محبّت سے یُورپ کی تمام زبانوں میں یوز آسف کی تعلیم کا ترجمہ ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ کم سے کم یوز آسف کو ایک مُقدّس حواری سمجھا گیا ہے۔ پس اس

صورت میں تمام عیسائی صاحبان اس مطالبہ کے نیچے ہیں کہ انہوں نے بہرحال یوز آسف کا عیسائی مذہب سے ایک تعلق مان لیا ہے اور اس کے ظہور کا بھی وہی زمانہ قرار دیا ہے جو مسیح کا زمانہ تھا اور اس کی سوانح کا بڑی محبت اور دلچسپی سے ترجمہ بھی کیا اور اس کی یادگار کا ایک گرجا بھی بنایا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس کی تعلیم کا اخلاقی حصہ انجیل کی تعلیم سے ملتا ہے اور اس نے بھی اپنی تعلیم کا نام انجیل ہی رکھا ہے۔ پس اس صورت میں اگر یوز آسف یسوع نہیں ہے تو یہ بارِ ثبوت عیسائی صاحبوں کی گردن پر ہے کہ وہ ثابت کر کے دکھلاویں کہ کبھی مسیح کا کوئی شاگرد شہزادہ نبی بھی کہلاتا تھا اور کبھی اس نے مسیح کی تعلیم کو اپنی تعلیم بھی قرار دیا اور اس کا نام انجیل رکھا اور میں بڑے دعوے اور ثبوت سے کہتا ہوں کہ یہ ثبوت ہرگز ان کے لیے ممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک شاہزادہ نبی ایک ہی ہے یعنی یسوع ابن مریم۔

اور یوز آسف کے حالات کے بیان کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی کتابوں میں بعض ہزار برس سے زیادہ زمانہ کی تالیف ہیں جیسا کہ کتاب اکمال الدین جس میں یہ تمام باتیں درج ہیں اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف نے جو شاہزادہ نبی تھا اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا۔ ماسوا اس کتاب کے خاص سری نگر میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسیٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شاہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے جو اس پرانے زمانہ میں کشمیر میں آیا تھا جس کو ان کتابوں کی تالیف کے وقت تک قریباً سولہ سو برس گذر گئے تھے یعنی اس موجودہ زمانہ تک انیس سو برس گذر رہا ہے۔ اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شہزادہ نبی کا ذکر ہے پس ایک حق کے طالب کو یہ تمام ثبوت اس بات کے قبول کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں کہ درحقیقت یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ بالخصوص جبکہ ان تمام باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے کہ اوّل تو خود انجیل سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب پر غشی کی حالت میں ہوگیا تھا جیسا کہ اس نے خود کہا کہ یونس نبی کا معجزہ دکھایا جاویگا۔ پس اگر صلیب پر مرگیا تھا اور مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہُوا تو اس کے اس واقعہ کو یونس کے واقعہ سے کیا مشابہت ہوئی۔ پھر یہ کہ انہیں انجیلوں میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے زندہ نکلا اور ابھی زخم اس کے اچھے نہیں ہوئے تھے اور وہ اپنے حواریوں کو ملا اور منع کیا کہ میرا حال کسی سے مت کہو اور ان کے ساتھ اپنے وطن کی طرف چلا گیا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور پھر طب کی کتابوں سے متواتر طور پر ثابت ہُوا ہے کہ یسوع کے زخموں کے لیے مرہم عیسیٰ بنائی گئی تھی جس کے استعمال سے اس کے زخم اچھے ہُوئے اور چونکہ وہ یہود کے دوبارہ حملے سے ڈرتا تھا اس لیے وہ اس ملک سے نکل گیا اور یہ رائے کچھ ہماری خاص رائے نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے محقق پادریوں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے جیسا کہ جرمن کے پچاس پادریوں کی رائے ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور کئی پرانی تحریریں اور بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع واقعہ صلیب کے بعد مدت تک مختلف ملکوں میں سیاحت

کرتا رہا یہاں تک کہ اس کا نام نبی سیّاح ہو گیا اور ان باتوں کو مسلمانوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نبوّت پانے کے بعد ایک مدّت تک مختلف بلاد میں سیاحت کرتا رہا ہے پس اِن تمام باتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہرگز آسمان پر نہیں چڑھا اور جیسا کہ یہ تمام واقعات ایسے قریب قیاس ہیں کہ بڑی سُرعت سے عقل ان کو قبول کرتی ہے ایسا ہی آسمان پر چڑھنا ایسا بعید از قیاس ہے کہ عقل اس کو فی الفور ردّ کرتی ہے اور دھکّے دیتی ہے پس کیا وجہ کہ جو واقعات ثابت شدہ اور قریب قیاس ہیں ان کو تو قبول نہ کیا جائے اور جو خیالات ثابت نہیں ہو سکے اور نہ وہ قریب قیاس ہیں اُن کو قبول کیا جائے سچ تو یہ ہے کہ اگر ان واقعات اور دلائل میں سے جو ہم نے پیش کیے ہیں ایک بھی پیش نہ کیا جاتا تب بھی عقل سلیم کا یہی فتویٰ تھا کہ یسوع ابن مریم آسمان پر ہرگز نہیں گیا وہ ہمیشہ انسانوں کی طرح کمزوریاں دِکھلاتا رہا اور بسا اوقات اس نے ماریں کھائیں اور جب شیطان نے اِسے کہا کہ اُوپر سے اپنے تئیں نیچے گرا دے تو وہ اپنے تئیں نیچے نہ گرا سکا اور کوئی امر اس میں ایسا نہ تھا کہ جو انسان سے بڑھ کر شمار کیا جائے۔ بلکہ بعض نبیوں نے اِس سے بڑھ کر معجزات دکھلائے پھر یہ امر بغیر عقلی دلائل اور یقینی براہین کے کیونکر مان لیا جائے کہ وہ درحقیقت آسمان پر چڑھ گیا تھا اور اب تک زندہ موجود ہے اور اگر آسمان پر چڑھنا ممکن بھی ہوتب بھی اس کے لیے ناجائز بلکہ ایک جرم کا ارتکاب تھا کیونکہ ابھی وہ اپنے فرض تبلیغ کو تمام نہیں کر چکا تھا اور یہود کے اَور بہت سے فرقے ہنوز اَور اَور ملکوں میں ایسے تھے جنہوں نے مسیح کا نام بھی نہیں سُنا تھا جن کو پیغام پہنچانا باقی تھا اور آسمان پر تو یہود کی کوئی قوم آباد نہیں تھی تا یہ کہا جائے کہ آسمان پر بھی ان کا جانا ضروری تھا پس جیسے کہ یہ امر نامعقول ہے کہ یسوع نے صلیب کو اپنے لیے پسند کیا اور خودکشی کو روا رکھا ایسا ہی یہ بھی نامعقول ہے کہ وہ اب تک ایک عمدہ زمانہ اپنی زندگی کا محض بیکاری سے گذار رہا ہے حالانکہ اس کو چاہیئے تھا کہ اپنے اس وقت عزیز کو اپنی قوم کی ہمدردی میں خرچ کرتا نہ یہ کہ ایسی بیہودہ حرکتیں کہ دوسروں کے لیے خودکشی کرے۔ اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھے۔ پس ایک عقلمند بجز اس کے کیا کرے کہ ان قصّوں کو جھوٹے قرار دے۔ سچائی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ صرف واقعات سے ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ دلائل عقلیہ بھی اس پر شہادت دیتے ہیں لیکن جو جھوٹ ہے نہ اس کے لیے واقعات صحیحہ ثابت شدہ ملتے ہیں اور نہ عقلی دلائل اس پر قائم ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ عیسائی کسی بات پر بھی غور نہیں کرتے انہیں کے اِن سائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ تھوما رسول جس کا ذکر انجیلوں میں درج ہے ہندوستان میں آیا تھا اور میلاپور میں شہید ہؤا۔ اور یہ بھی اسی میں لکھا تھا کہ یسوع کا ایک بھائی بھی اس کے ساتھ تھا۔ اب جائے غور ہے کہ ایک طرف تو عیسائی صاحبان قبول کرتے ہیں کہ اسی بلاد شام سے ہندوستان میں انہیں دنوں میں ایک شاہزادہ نبی آیا تھا جو آخر سری نگر کشمیر میں فوت ہؤا اور پھر انہیں ایّام میں تھوما حواری اور ایک یسوع کا بھائی بھی ہندوستان میں آیا تھا۔ اور پھر دوسری طرف اس بات کو نہیں مانتے کہ وُہ جو شاہزادہ نبی کہلاتا تھا اور بیان کرتا تھا کہ میرے پر انجیل نازل ہوئی ہے وہی یسوع مسیح ہے یہ واقعات بہت ہی صاف تھے اور ان کا نتیجہ بھی بہت ہی صاف تھا مگر ہائے افسوس کہ پادری صاحبوں نے تاریکی سے پیار کیا اور نور سے دشمنی۔

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۲ ـ ۹ صـ ۳۳۱-۳۴۲)

حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لیے صلیب پر چڑھے۔ گو خدا کے رحم نے ان کو بچالیا۔ اور مرہم عیسیٰ نے ان کے زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنت نظیر میں ان کو پہنچا دیا۔ سو انہوں نے سچائی کے لیے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اُس پر چڑھ گئے۔ جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ سو ایسا ہی میں بھی مخلوق کی بھلائی کے لیے صلیب سے پیار کرتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچالیا۔ اور ان کی تمام رات کی دُعا جو باغ میں کی گئی تھی۔ قبول کر کے اُن کو صلیب اور صلیب کے نتیجوں سے نجات دی۔ ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا۔ اور حضرت مسیح صلیب سے نجات پاکر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے۔ اور جیسا کہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے۔ وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے۔ اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے۔ آخر کشمیر میں گئے۔ اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے۔ اور سکھوں کے زمانہ تک ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا۔ آخر سری نگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی اور خان یار کے محلہ کے قریب آپ کا مقدس مزار ہے۔ (تبلیغ رسالت (مجموعہ اشتہارات) جلد ہشتم صفحہ ۵۹-۶۰)

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ یعنی مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خدائے تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اُس کو اپنی طرف اُٹھالیا۔ جاننا چاہیئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا[1]۔ یہ آیت حضرت ادریس کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ ہم نے ادریس کو موت دیکر مکان بلند میں پہنچا دیا کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کے لیے ایک لازمی امر ہے یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہو جائیں اور یا زمین پر آکر فوت ہوں مگر یہ دونوں شق ممتنع ہیں کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جسم خاکی موت کے بعد پھر خاک ہی میں داخل کیا جاتا ہے اور خاک ہی کی طرف عود کرتا ہے اور خاک ہی سے اُس کا حشر ہوگا اور ادریس کا پھر زمین پر آنا اور دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے کہ بعد موت اُن کی روحیں علّیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ[2] (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۵۹۸-۶۰۰)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الَّذِيْ لَا عِلْمَ عِنْدَهٗ اِنَّ اٰيَةَ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ وَاٰيَةَ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْمَسِيْحَ رُفِعَ حَيًّا بِجِسْمِهِ الْعُنْصُرِيِّ هٰذَا قَوْلُهٗ وَاِسْتِدْلَالُهٗ

ایک ایسے شخص نے جو علم سے بالکل بے بہرہ ہے یہ کہا ہے کہ آیت وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ اس بات کی دلیل ہیں کہ مسیح ناصری اپنے جسم عنصری کے ساتھ زندہ اُٹھائے گئے۔ یہ محض اس کا

[1] مریم آیت ۵۸ ؛ [2] القمر آیت ۵۶۔

وَلٰكِنْ لَوْكَانَ هٰذَا الرَّجُلُ مُطَّلِعًا عَلٰى شَانِ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ لَرَجَعَ مِنْ قَوْلِهٖ بَلْ مَا الْتَفَتَ اِلٰى مَعْنًى يُخَالِفُ طَرِيْقَ الْمَعْقُوْلِ وَالْمَنْقُوْلِ وَمَا تَكَلَّمَ بِالْفُضُوْلِ وَكَانَ مِنَ الْمُتَنَدِّمِيْنَ فَاسْمَعْ اَيُّهَا الْعَزِيْزُ اَنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا يَقْرَءُوْنَ فِي التَّوْرَاتِ اَنَّ الْكَاذِبَ فِيْ دَعْوَى النُّبُوَّةِ يُقْتَلُ وَاَنَّ الَّذِيْ صُلِبَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ لَا يُرْفَعُ اِلَى اللّٰهِ وَكَانَتْ عَقِيْدَتُهُمْ مُسْتَحْكَمَةً عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ شُبِّهَ لَهُمْ اِبْتِلَاءً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَاَنَّهُمْ صَلَبُوا الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَقَتَلُوْهُ فَحَسِبُوْهُ مَلْعُوْنًا غَيْرَ مَرْفُوْعٍ وَّرَتَّبُوا الشَّكْلَ هٰكَذَا اَلْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ مَصْلُوْبٌ ـ وَكُلُّ مَصْلُوْبٍ مَّلْعُوْنٌ وَّلَيْسَ بِمَرْفُوْعٍ فَثَبَتَ عِنْدَهُمْ مِنَ الشَّكْلِ الْاَوَّلِ الَّذِيْ هُوَ بَيِّنُ الْاِنْتَاجِ اَنَّ عِيْسٰى (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ) مَلْعُوْنٌ وَّلَيْسَ بِمَرْفُوْعٍ فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يُّزِيْلَ هٰذَا الْوَهْمَ وَيُبَرِّءَ عِيْسٰى مِنْ هٰذَا الْبُهْتَانِ فَقَالَ مَاقَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ وَحَاصِلُ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنَّ شَانَ عِيْسٰى مُنَزَّهٌ عَنِ الصَّلْبِ وَالنَّتِيْجَةِ الَّتِيْ هِيَ الْمَلْعُوْنِيَّةُ وَعَدَمُ الرَّفْعِ بَلْ هُوَ مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ وَرُفِعَ اِلَى اللّٰهِ كَمَا يُرْفَعُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَاكَانَ مِنَ الْمَلْعُوْنِيْنَ ـ وَهٰذَا هُوَ السَّبَبُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَجْلِهٖ قِصَّةَ

قول اور استدلال ہے لیکن اگر یہ شخص اس آیت کے شانِ نزول سے واقف ہوتا تو اپنے اس قول سے ضرور رجوع کر لیتا بلکہ ان معنی کی طرف جو معقول اور منقول طریق کے مخالف ہیں توجہ ہی نہ کرتا اور ایسی فضول باتیں منہ پر نہ لاتا جن کے نتیجہ میں وہ نادم اور شرمندہ ہوتا پس اے عزیز سنو! یہودی لوگ تورات میں یہ پڑھا کرتے تھے کہ جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے والا قتل کیا جائے گا اور یہ کہ جس کو صلیب پر مارا جائے وہ ملعون ہوتا ہے اس کا اللہ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ یہ ان کا پختہ اعتقاد تھا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ابتلاء انہیں اس شبہ میں ڈال دیا گیا کہ گویا انہوں نے حضرت مسیح ابن مریم کو صلیب پر مار دیا ہے اور قتل کر دیا ہے۔ پس انہوں نے حضرت مسیحؑ کو مرفوع نہیں بلکہ ملعون خیال کر لیا اور قضیّہ کو اس شکل میں مرتب کیا کہ مسیح ابن مریم صلیب پر مارا گیا۔ اور ہر مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ مرفوع الی اللہ نہیں ہوتا۔ پس ان کے نزدیک اس شکل اوّل سے جو بیّن الانتاج ہوتی ہے یہ ثابت ہو گیا کہ عیسیٰ نعوذ باللہ ملعون ہیں اور ان کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوا پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ یہود کے اس وہم کو دُور کرے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس بہتان سے بری ٹھہرائے سو اس لیے فرمایا کہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم...... بل رفعہ اللہ الیہ۔ خدا تعالیٰ کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان صلیب پر مارے جانے اور اس کے نتیجہ یعنی ملعونیت اور عدم رفع سے پاک ہے بلکہ انہوں (یعنی حضرت عیسیٰ) نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی تھی اور مقرب الی اللہ لوگوں کی طرح ان کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوا تھا اور آپ ہرگز ملعون لوگوں میں سے نہیں تھے اور اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر وفات نہ پانے کے

عَدمِ صلبِ عیسٰی وبرّأہ مِمّا قالوا والآفاتُ ضرورۃٌ کانت داعیۃً الی ذکر ھٰذہ القصۃ وما کان موت القتل نقصاً للانبیاء وکسرًا لشأنہم وعزّتہم وکاین من النبیین قتلوا فی سبیل اللہ کیحیٰی علیہ السلام وابیہ فتفکّر واطلب صراط المھتدین ولا تجلس مع الغاوین۔

(حمامۃ البشریٰ ص۵۶ حاشیہ)

وقالوا ان اللہ عزّ وجلّ قال بل رّفعہ اللہ ویحتجّون بھٰذہ الآیۃ علٰی رفع جسم المسیح ولا یتدبرون ان الامر لو کان کذالک لتعارض الآیتان اعنی اٰیۃ بل رّفعہ اللہ الیہ واٰیۃ فیھا تحیون وانت تعلم ان القراٰن منزّہ عن التعارض والتخالف وقال اللہ تعالٰی ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرًا فاشار فی ھٰذہ الآیۃ ان الاختلاف لا یوجد فی القراٰن وھو کتاب اللہ وشانہ ارفع من ھٰذا واذا ثبت ان کتاب اللہ منزّہ عن الاختلافات فوجب علینا ان لا نختار فی تفسیرہ طریقًا یوجب التعارض والتناقض وما کان للیھود غرضٌ وّبحثٌ فی رفع جسمہ او عدم رفعہ فلابدّ من ان نّفسّر الرفع فی اٰیۃ بل رّفعہ اللہ بالرّفع الرّوحانی

قصہ کو بیان کیا ہے۔ اور انہیں لوگوں کے الزام سے بری قرار دیا ہے ورگرنہ اس قصہ کے بیان کی کونسی ضرورت مقتضی تھی قتل کے ذریعہ انبیاء کا وفات پانا ان کی تنقیص اور کسرِ شان اور ان کی عزت کے منافی نہیں ہوتا۔ اور کئی ایک نبی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے جیسے یحیٰی علیہ السلام اور ان کے باپ زکریا علیہ السلام۔ پس غور کرو اور ہدایت یافتہ لوگوں کا طریق تلاش کرو اور گمراہ ہونے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (حمامۃ البشریٰ ص۵۶ حاشیہ)

ہمارے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزّ وجل نے قرآن مجید میں فرمایا ہے بل رفعہ اللہ الیہ۔ وہ اس آیت سے مسیح علیہ السلام کے جسم کے اُٹھائے جانے پر استدلال کرتے ہیں اور اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو قرآن مجید کی دو آیتیں باہم ٹکرا جاتیں۔ میری مراد ایک تو آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے ہے اور دوسری آیت فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون[۵] سے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ قرآن کریم تعارض اور تخالف سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا[۵۲]۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں اختلاف نہیں پایا جاتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کی شان اس قسم کے اختلاف سے بہت بلند ہے اور جب یہ ثابت ہے کہ اللہ کی کتاب اختلافات سے پاک ہے تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی تفسیر کرتے وقت کوئی ایسا طریق اختیار نہ کریں جو کسی تناقض یا تعارض کا موجب ہو۔ اور یہ بات مدّنظر رہے کہ یہود کو حضرت مسیح کے جسم کے اٹھائے جانے یا نہ اُٹھائے جانے سے کوئی غرض اور بحث نہیں تھی پس ضروری ہے کہ ہم آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع سے مراد رفع

۵۔ الاعراف آیت ۲۶ ؛ ۵۲ النساء آیت ۸۳ ؛

كَمَا هُوَ مَفْهُوْمُ آيَتِ اِرْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَاِنَّ الرُّجُوْعَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً وَّالرَّفْعَ اِلَيْهِ اَمْرٌ وَّاحِدٌ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا مَعْنًى ثُمَّ انْظُرُوْا وَتَدَبَّرُوْا وَهَبَكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ قُوَّةَ الْفَيْصَلَةِ اَنَّ النِّزَاعَ كَانَ فِي الرَّفْعِ الرُّوْحَانِيِّ لَا فِي الرَّفْعِ الْجِسْمَانِيِّ فَاِنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا مُنْكِرِيْنَ مِنْ رَّفْعِ عِيْسٰى اِلَى اللّٰهِ كَمَا يُرْفَعُ الْمُطَهَّرُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ عَلٰى اَنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمَلْعُوْنِيْنَ لَا مِنَ الْمَرْفُوْعِيْنَ كَمَا اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِلٰى هٰذِهِ الْاَيَّامِ وَكَانُوْا يَسْتَدِلُّوْنَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَلٰى مَلْعُوْنِيَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ مَّصْلُوْبِيَّتِهٖ فَاِنَّ الْمَصْلُوْبَ مَلْعُوْنٌ غَيْرُ مَرْفُوْعٍ فِيْ دِيْنِهِمْ كَمَا جَآءَ فِي التَّوْرَاتِ فِيْ كِتَابِ الْاِسْتِثْنَاءِ فَاَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يُّبَرِّءَ نَبِيَّهٗ عِيْسٰى مِنْ هٰذَا الْبُهْتَانِ الَّذِيْ بُنِيَ عَلٰى اٰيَةِ التَّوْرَاتِ وَوَاقِعَةِ الصَّلْبِ فَاِنَّ التَّوْرَاتَ يَجْعَلُ الْمَصْلُوْبَ مَلْعُوْنًا غَيْرَ مَرْفُوْعٍ اِذَا كَانَ يَدَّعِي النُّبُوَّةَ ثُمَّ مَعَ ذٰلِكَ كَانَ قُتِلَ وَصُلِبَ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ لِذَبِّ بُهْتَانِهِمْ عَنْ عِيْسٰى مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَعْنِي الصَّلْبَ الَّذِيْ يَسْتَلْزِمُ الْمَلْعُوْنِيَّةَ وَعَدَمَ الرَّفْعِ مِنْ حُكْمِ التَّوْرَاتِ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ بَلْ رَّفَعَ اللّٰهُ عِيْسٰى اِلَيْهِ يَعْنِيْ اِذَا لَمْ يَثْبُتِ الصَّلْبُ وَالْقَتْلُ لَمْ يَثْبُتِ الْمَلْعُوْنِيَّةُ وَعَدَمُ الرَّفْعِ فَثَبَتَ الرَّفْعُ الرُّوْحَانِيُّ كَالْاَنْبِيَآءِ الصَّادِقِيْنَ

روحانی ہیں جیسا کہ آیت یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ کا مفہوم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف راضیۃ مرضیۃ کی حالت میں رجوع اور اس کی طرف رفع دونوں ایک ہی ہیں اور ان دونوں میں معناً کوئی فرق نہیں پھر نظر ڈالو اور غور و فکر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے قوت فیصلہ عطا کرے کہ جھگڑا تو رفع روحانی میں ہے نہ کہ رفع جسمانی میں کیونکہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس رفع الی اللہ کے منکر تھے جو خدا تعالیٰ کے پاک اور مقربین انبیاء کو نصیب ہوتا ہے اور وہ اس بات پر اصرار کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام ملعونوں میں سے ہیں نہ کہ ان لوگوں میں سے جن کا رفع اللہ کی طرف ہوتا ہے لعنھم اللہ۔ جیسا کہ وہ آج کے دن تک کہہ رہے ہیں اور وہ (غضب اللہ علیھم) مسیح علیہ السلام کی ملعونیت پر آپ کے صلیب دیئے جانے سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مذہب میں مصلوب ملعون ہوتا ہے مرفوع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تورات کی کتاب استثناء میں بیان ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بہتان سے بری قرار دے جس کی بنیاد تورات کی آیت اور واقعہ صلیب پر رکھی گئی ہے۔ کیونکہ تورات ہر اس شخص کو ملعون قرار دیتی ہے مرفوع نہیں ٹھہراتی جبکہ وہ نبوت کا مدعی ہو پھر وہ قتل کیا جائے اور صلیب پر مارا جائے۔ پس اللہ عز و جل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس بہتان کے دور کرنے کے لیے فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ.... بل رفعہ اللہ الیہ۔ یعنی وہ مصلوبیت جواز روئے حکم تورات لعنت اور عدم رفع کو مستلزم ہے وہ درست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی طرف رفع فرمایا۔ یعنی جب قتل اور صلیب دیا جانا ثابت نہیں تو ملعونیت اور عدم رفع بھی ثابت نہیں ہوتا۔ پس دوسرے سچے نبیوں کی طرح مسیح کا رفع روحانی ثابت ہو گیا اور یہی اصل مطلوب ہے اور یہی اس قصّہ کی حقیقت

وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ هٰذِهٖ حَقِيْقَةُ هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَمَا كَانَ هٰهُنَا جِدَالٌ وَّنِزَاعٌ فِي الرَّفْعِ الْجِسْمَانِيِّ وَمَا كَانَ هٰذَا الْاَمْرُ تَحْتَ بَحْثِ الْيَهُوْدِ اَصْلًا وَّمَا كَانَ غَرَضُهُمْ مُّتَعَلِّقًا بِهٖ بَلْ عُلَمَآءُ الْيَهُوْدِ كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ لِتَكْذِيْبِ الْمَسِيْحِ وَتَكْفِيْرِهٖ وَيَفْتَشُوْنَ لِتَكْذِيْبِهٖ وَتَكْفِيْرِهٖ حِيْلَةً شَرْعِيَّةً فَبَدَءَ لَهُمْ اَنْ يَّصْلِبُوْهُ لِيُثْبِتُوْا مَلْعُوْنِيَّتَهٗ وَعَدْمَ رَفْعِهِ الرُّوْحَانِيِّ كَالْاَنْبِيَآءِ الصَّادِقِيْنَ بِنَصِّ التَّوْرَاتِ لِئَلَّا يَكُوْنَ حُجَّةٌ لِّاَحَدٍ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ۔ فَصَلَبُوْهُ بِزَعْمِهِمْ وَفَرِحُوْا بِاَنَّهُمْ اَثْبَتُوْا مَلْعُوْنِيَّتَهٗ وَعَدْمَ رَفْعِهٖ بِالتَّوْرَاتِ وَلٰكِنِ اللّٰهَ نَجَّاهُ مِنْ حِيَلِهِمْ وَقَتْلِهِمْ فَاَخْبَرَ عَنْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ فِيْ كِتَابِهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ بَعْدَ الْاِنْجِيْلِ حَكَمًا عَدْلًا وَّمُبَيِّنًا لِّظُلْمِ كُلِّ قَوْمٍ وَّاِيْذَائِهِمْ وَكَيْدِهِمْ وَمُكَذِّبًا لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ فَكَاَنَّهٗ يَقُوْلُ يَا حِزْبَ الْمَاكِرِيْنَ يَا اَعْدَاءَ الصِّدْقِ وَالصَّادِقِيْنَ لِمَ تَقُوْلُوْنَ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَصَلَبْنَا وَاَثْبَتْنَا اَنَّهٗ مَلْعُوْنٌ غَيْرُ مَرْفُوْعٍ فَاُخْبِرُكُمْ اَيُّهَا الْقَوْمُ الْخَبِيْثُوْنَ اَنَّكُمْ مَا قَتَلْتُمُوْهُ وَمَا صَلَبْتُمُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَنَّكُمْ مَا قَتَلْتُمُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنْ مَّكْرِكُمْ وَرَزَقَهُ الرَّفْعَ الرُّوْحَانِيَّ الَّذِيْ كُنْتُمْ لَا تُرِيْدُوْنَ لَهٗ وَتَمْكُرُوْنَ لِئَلَّا يَحْصُلَ لَهٗ ذٰلِكَ الْمَقَامُ فَقَدْ حَصَلَ لَهٗ وَرَفَعَهُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَهٰذَا الْقَوْلُ يَعْنِيْ قَوْلَهٗ تَعَالٰى عَزِيْزًا حَكِيْمًا

ہے۔ یہاں رفع جسمانی کے بارہ میں کوئی جھگڑا اور نزاع نہیں تھا اور یہ بات ہرگز یہود کے زیر بحث نہیں تھی اور اس سے ان کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی بلکہ یہودی علماء مسیح علیہ السلام کو جھوٹا اور کافر ثابت کرنے کے لیے مکر کر رہے تھے اور وہ ان کی تکذیب اور تکفیر کے لیے بزعم خود شرعی حیلہ کی تلاش میں تھے۔ پس ان کو یہ تدبیر نظر آئی کہ وہ مسیح کو صلیب دیدیں تاکہ تورات کی نصّ کے مطابق مسیح کی ملعونیت اور ان کے اس رفع روحانی کے عدم کو ثابت کر سکیں جو راستباز نبیوں کو حاصل ہوتا ہے تا کتاب اللہ کے حکم کے بعد کسی کے لیے کوئی حجت باقی نہ رہے سو انہوں نے اپنے زعم کے مطابق اس کو صلیب پر مار دیا اور اس بات پر خوش ہو گئے کہ انہوں نے تورات کے مطابق مسیح کی ملعونیت اور عدم رفع کو ثابت کر دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے حیلوں اور قتل کی کوششوں سے نجات دی پھر اس قصّہ کو اپنی کتاب میں بیان فرما دیا جس کو انجیل کے بعد بطور حکم وعدل نازل کیا تھا۔ اور جو ہر قوم کے ظلم اور ان کی ایذا رسانی اور ان کی تدبیروں کو واضح کرنے والی اور کافروں کو جھوٹا ٹھہرانے والی ہے گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مکر کرنے والوں کے گروہ اور اے سچائی اور صادقوں کے دشمنو۔ تم کیوں یہ کہتے ہو کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا اور صلیب پر مار دیا اور ثابت کر دیا کہ آپ ملعون ہیں مرفوع نہیں پس اے خبیث قوم میں تم کو بتاتا ہوں کہ نہ تم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہی صلیب پر مارا ہے بلکہ درحقیقت مسیح مقتول اور مصلوب کے مشابہ بنایا گیا تھا اور تم خود بھی اپنے دلوں میں خوب سمجھتے ہو کہ تم نے مسیح کو ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے مکر سے بچا لیا۔ اور اسے وہ روحانی رفع عطا کیا جو تم اس کے لیے نہیں چاہتے تھے۔ اور تم حیلے کر رہے تھے کہ اسے یہ مقام حاصل نہ ہو۔ مگر اسے یہ مقام حاصل ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا رفع فرمایا اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے

اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰهَ یُعِزُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَحْفَظُ عِزَّۃَ اَصْفِیَآئِهٖ بِحِکْمَتِهِ الدَّقِیْقَةِ الْبَالِغَةِ اللَّطِیْفَةِ لَا یَضُرُّهَا مَکْرُ مَاکِرٍ کَمَا مَا اَضَرَّ عِزَّۃَ عِیْسٰی مَکْرُ الْیَهُوْدِ بَلْ اَعَزَّهٗ وَ رَفَعَهٗ وَ دَمَّرَ الْمَاکِرِیْنَ۔

فَاعْلَمْ اَیُّهَا الْعَزِیْزُ هٰذَا تَفْسِیْرُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَلٰکِنْ لَا یَقْبَلُهٗ قَوْمُنَا وَ یُحَرِّفُوْنَ کَلَامَ اللّٰهِ وَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ فِیْ شَانِ نُزُوْلِهٖ وَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ مُسْتَکْبِرِیْنَ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ قَدْ شَهِدَا عَلٰی وَفَاتِ الْمَسِیْحِ وَکَذٰلِكَ شَهِدُوْا عَلَیْهِ اَکَابِرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِیْنَ وَ اَئِمَّةِ الْمُحَدِّثِیْنَ فَکَانَ اٰخِرُ جَوَابِهِمْ اَنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَهٗ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مَرَّۃً اُخْرٰی وَلَا یَتَفَکَّرُوْنَ اَنَّ قُدْرَۃَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا یَتَعَلَّقُ بِمَا یُخَالِفُ مَوَاعِیْدَهُ الصَّادِقَةَ وَقَدْ قَالَ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ قَالَ وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ وَ قَالَ وَلَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی وَلَا شَكَّ اَنَّهٗ مَنْ مَّاتَ مِنَ الصُّلَحَآءِ فَاِنَّهٗ نَالَ حَظًّا مِّنَ الْجَنَّةِ وَ حُرِّمَ عَلَیْهِ الْمَوْتَةُ الثَّانِیَةُ فَکَیْفَ یَجُوْزُ اَنْ یُّرَدَّ عِیْسٰی اِلَی الدُّنْیَا وَ یُخْرَجَ مِنْ حَظِّ الْجَنَّةِ وَ نَعِیْمِهَا

اور یہ قول یعنی عزیزاً حکیماً اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور اپنے برگزیدہ لوگوں کی عزت کی دقیق کامل اور لطیف حکمت کے ساتھ حفاظت کرتا ہے۔ کسی مکر کرنے والے کا مکر اصفیاء کی عزت کو ضرر نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ یہودیوں کے مکر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو بڑھایا اور بلند درجہ عطا فرمایا۔ اور ہلاکت کی تدابیر کرنے والوں کو تباہ برباد کر دیا پس اے عزیز تم سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے قول بل رفعہ اللہ الیہ کی تفسیر یہی ہے مگر ہمارے لوگ اسے قبول نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔ وہ اس آیت کے شانِ نزول میں غور نہیں کرتے اور زمین میں اکڑ کر چلتے ہیں اور جب انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے وفات مسیح پر شہادت دی ہے اور اسی طرح مومنوں میں سے جلیل القدر صحابہ تابعین اور ائمہ حدیث نے بھی اس پر شہادت دی ہے تو ان کا آخری جواب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ مسیح کو موت کے بعد ایک مرتبہ پھر زندہ کر دے اور یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں جو اس کے سچے وعدوں کے مخالف ہوں اور خود اس نے فرمایا ہے فیمسك التی قضی علیها الموت[1]۔ اسی طرح فرمایا وماهم منها بمخرجین[2] نیز فرمایا لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی[3]۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی نیک لوگوں میں سے وفات پا جاتا ہے وہ جنت میں سے حصہ پالیتا ہے اور اس پر دوسری موت واقع نہیں ہوتی پس یہ کس طرح جائز ٹھہرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا کی طرف لوٹایا جائے اور وہ جنت اور اس کی نعمتوں سے باہر نکالا جائے اور اس پر اس کے بالاخانوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں پھر وہ دوسری مرتبہ

[1] الزمر آیت ۴۳ [2] الحجر آیت ۴۹ [3] الدخان آیت ۵۷

اَوْ يُسَدَّ عَلَيْهِ غُرْفَتُهَا ثُمَّ يُتَوَفّٰى مَرَّةً ثَانِيَةً مَعَ اَنَّ الْاٰيَةَ الْمُتَقَدِّمَةَ اَعْنِىْ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى تَدُلُّ عَلٰى دَوَامِ الْحَيَاتِ وَعَدَمِ ذَوْقِ الْمَوْتِ۔

(حمامۃ البشریٰ حاشیہ متعلقہ ص۵۶ آخر کتاب ص)

اَلرَّفْعُ الَّذِىْ جَاءَ فِىْ ذِكْرِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الْقُرْاٰنِ۔ فَهُوَ لَيْسَ رَفْعٌ جِسْمَانِىٌّ وَّلِذٰلِكَ قُدِّمَ عَلَيْهِ لَفْظُ التَّوَفِّىْ فِى الْبَيَانِ۔ لِيَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّهٗ رَفْعٌ رُّوْحَانِىٌّ كَمَا جَرَتْ عَلَيْهِ سُنَّتُ اللّٰهِ بَعْدَ مَوْتِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ۔ فَاِنَّهُمْ يُرْفَعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ قَبْضِ الرُّوْحِ وَيُدْخَلُوْنَ فِىْ نَعِيْمِ الْجِنَانِ۔ فَرِحِيْنَ۔ وَالْاٰيَتُ نَزَلَتْ لِيَقْضِىَ بَيْنَ الْيَهُوْدِ وَالْمَسِيْحِيِّيْنَ۔ فَاِنَّ الْيَهُوْدَ زَعَمُوْا اَنَّ الْمَسِيْحَ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ وَمَلْعُوْنًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ الْمَرْفُوْعِيْنَ۔ وَقَالُوْا اِنَّهٗ صُلِبَ وَالْمَصْلُوْبُ لَا يُرْفَعُ اِلَى اللّٰهِ بِحُكْمِ التَّوْرَاتِ بَلْ يُلْعَنُ مِنْ حَضْرَتِهٖ وَيُجْعَلُ مِنَ الْمَرْدُوْدِيْنَ۔ وَقَالَ النَّصَارٰى اِنَّهٗ كَانَ ابْنَ اللّٰهِ فَصُلِبَ لِاِنْجَاءِ الْخَلْقِ وَمُنِعَ مِنَ الرَّفْعِ فِىْ اَوَّلِ الْاَمْرِ وَلُعِنَ وَعُذِّبَ وَاُدْخِلَ فِىْ جَهَنَّمَ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ كَالْفَاسِقِيْنَ۔ ثُمَّ رُفِعَ اِلَى الْعَرْشِ وَاَوَاهُ اللّٰهُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ اِلٰى اَبَدِ الْاٰبِدِيْنَ۔ فَالْيَهُوْدُ ذَهَبُوْا اِلٰى تَفْرِيْطٍ وَّهَمْطٍ وَّاِهْبَاطٍ۔ وَّالنَّصَارٰى مَعَ التَّفْرِيْطِ اِلٰى اِفْرَاطٍ۔ فَبَيَّنَ اللّٰهُ مَا كَانَ اَحَقَّ وَاَقْوَمَ فِىْ اَمْرِ عِيْسٰى۔ فَقَالَ اِنَّهٗ مَا صُلِبَ بَلْ تُوُفِّىَ بِحَتْفِ اَنْفِهٖ وَاُلْحِقَ بِالْمَوْتٰى۔ ثُمَّ رُفِعَ

وفات پائیں باوجودیکہ آیت مذکورہ بالا لایذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ۔ آپ کے مرنے کے بعد دائمی زندگی پانے اور دوبارہ موت کو نہ چکھنے پر دلالت کرتی ہے۔ (حمامۃ البشریٰ ص۵۶ حاشیہ آخر کتاب)

قرآن مجید میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ذکر کے دوران جس رفع کا ذکر کیا گیا ہے وہ رفع جسمانی نہیں اسی لیے اس سے پہلے لفظ توفی بیان کیا گیا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ رفع روحانی ہے جیسا کہ اللہ کی سنت ہمیشہ سے جاری ہے کہ اہل ایمان کا موت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے اور خوش خوش اس کی جنتوں میں داخل کیے جاتے ہیں۔ اور یہ آیت یہودیوں اور عیسائیوں کے مابین جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے کیونکہ یہودی یہ دعوے کرتے تھے کہ حضرت مسیح کاذبوں میں سے تھا اور ملعون تھا اور وہ ان مقربین میں شامل نہیں تھا جن کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب ہُوا اور جو مصلوب ہو وہ تورات کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف مرفوع نہیں ہوتا بلکہ بارگاہ الٰہی سے دھتکارا جاتا ہے اور مردود لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور مخلوق کو نجات دلانے کی خاطر صلیب پر مارا گیا۔ اور بیشک شروع میں اس کا رفع نہیں ہوا بلکہ اس پر لعنت ڈالی گئی اور اسے عذاب دیا گیا اور بدکار لوگوں کی طرح تین دن تک جہنم میں رکھا گیا لیکن اس کے بعد اسے عرش کی طرف اُٹھایا گیا اور اللہ نے اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنے دائیں ہاتھ بٹھا لیا گویا یہود تفریط، ظلم اور تنقیص کی طرف چلے گئے۔ اور نصاریٰ نے تفریط کے ساتھ افراط کو اختیار کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارہ میں جو درست اور حقیقت پر مبنی بات تھی اسے بیان کر دیا اور فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ

كَالْمُقَرَّبِيْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّلْعَنَ وَيُدْخَلَ فِي اللَّظٰى ۔ فَالْحَاصِلُ اَنَّ هٰذَا قَضَآءٌ مِّنَ اللّٰهِ الْاَعْلٰى ۔ بَيْنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى ۔ لِيُبَرِّءَ عَبْدَهٗ مِنْ بُهْتَانِ اللَّعْنِ ۔ وَعَدَمِ الرَّفْعِ وَيَقْضِيَ بِمَا هُوَ اَحَقُّ وَاَوْلٰى ۔ فَحَكَمَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ ۔

وَلَوْلَا هٰذَا الْغَرَضُ فَمَا كَانَ وَجْهٌ لِّذِكْرِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ ۔ بَلْ لَوْ فُرِضَتِ الْقِصَّةُ عَلٰى خِلَافِ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ۔ لَكَانَ لَغْوًا كُلُّهَا وَمَحَلَّ اِعْتِرَاضٍ عَلٰى فِعْلِ حَضْرَةِ الْعِزَّةِ ۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَيُخْفِيَ الْمَسِيْحَ فِيْ مَغَارَةٍ مِّنَ الْمَغَارَاتِ ۔ كَمَا اَخْفٰى اَفْضَلَ الرُّسُلِ عِنْدَ التَّعَاقُبَاتِ ۔ فَفَكِّرْ اَيُّ حَاجَةٍ اشْتَدَّتْ لِرَفْعِهٖ اِلَى السَّمٰوَاتِ ۔ اَخَشِيَ اللّٰهُ رُعْبَ الْيَهُوْدِ الْمَخْذُوْلِيْنَ ۔ وَظَنَّ اَنَّهُمْ يُخْرِجُوْنَهٗ مِنَ الْاَرَضِيْنَ ۔ اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ حَكِيْمٌ لَا يَفْعَلُ فِعْلًا اِلَّا بِقَدْرِ ضَرُوْرَةٍ ۔ وَلَا يَتَوَجَّهُ اِلٰى لَغْوٍ بِغَيْرِ حِكْمَةٍ دَاعِيَةٍ ۔ فَاَيُّ حِكْمَةٍ اَلْجَاَ اللّٰهَ لِرَفْعِ الْمَسِيْحِ اِلَى السَّمَآءِ اَمَا وَجَدَ مَوْضِعًا فِي الْاَرْضِ لِلْاِخْفَاءِ ۔ فَفَكِّرْ كَالْمُبْصِرِيْنَ ۔ (انجام آتھم صفحہ ۱۶۸-۱۶۷ حاشیہ)

یہودیوں نے ایک پاک نبی کو ملعون کہہ کر خدا کے غضب کی راہ اختیار کی۔ اور عیسائیوں نے اپنے پاک نبی اور مرشد اور ہادی کے دل کو بوجہ لعنت کے مفہوم کے ناپاک اور خدا سے پھرا ہوا قرار دیکر ضلالت کی راہ اختیار کی اس لیے ضروری ہوا کہ قرآن بحیثیت حَکم ہونے کے اس امر کا فیصلہ کرے پس یہ آیات بطور فیصلہ ہیں کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

السلام کو صلیب پر نہیں مارا گیا بلکہ انہوں نے طبعی موت سے وفات پائی اور وفات یافتوں سے جاملے۔ پھر بغیر لعنتی ہونے کے اور جہنم میں ڈالے جانے کے مقربین کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف ان کا رفع ہوا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے درمیان یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے تا وہ اپنے بندہ کو ملعون ہونے اور عدم رفع کے بہتان سے بری کرے اور صحیح اور درست فیصلہ فرمائے۔ پس اس نے ان کے درمیان جو اختلاف تھا اس کا فیصلہ کردیا اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور اگر یہ غرض نہ تھی تو پھر اس قصّہ کے بیان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ اگر اس قصّہ کو اس طرز پر نہ سمجھا جائے تو یہ پورا قصّہ لغو ٹھہرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فعل محل اعتراض بن جاتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ وہ مسیح علیہ السلام کو غاروں میں سے کسی غار میں چھپا لیتا جیسا کہ اس نے دشمنوں کے تعاقب کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا تھا۔ پس سوچو مسیح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے لیے کونسی شدید ضرورت اسے پیش آئی تھی کیا اللہ تعالیٰ ان ذلیل یہودیوں کے رُعب سے ڈر گیا تھا اور اسے خدشہ تھا کہ وہ اسے زمین کے ہر حصّہ سے نکال دیں گے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ہر فعل بقدر ضرورت اور حکمت کے تقاضا کے مطابق کرتا ہے اور کسی لغویات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ پس مسیح علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھانے کے لیے کونسی حکمت نے اللہ تعالیٰ کو مجبور کیا تھا۔ کیا اسے زمین میں چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ پس آنکھوں والوں کی طرح غور کرو۔ (انجام آتھم صفحہ ۱۶۸-۱۶۷ حاشیہ)

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔یعنی یہ سرے سے بات غلط ہے کہ یہودیوں نے بذریعہ صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اس لیے اس کا نتیجہ بھی غلط ہے کہ حضرت مسیح کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا اور نعوذ باللہ شیطان کی طرف گیا ہے بلکہ خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہود اور نصاریٰ میں رفع جسمانی کا کوئی جھگڑا نہ تھا اور نہ یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ جس کا رفع جسمانی نہ ہو وہ مومن نہیں ہوتا اور ملعون ہوتا ہے اور خدا کی طرف نہیں جاتا بلکہ شیطان کی طرف جاتا ہے۔ خود یہود قائل ہیں کہ حضرت موسیٰ کا رفع جسمانی نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرت موسیٰ کو تمام اسرائیلی نبیوں سے افضل اور صاحب الشریعت سمجھتے ہیں اب تک یہود زندہ موجود ہیں اُن کو پوچھ کر دیکھ لو کہ انہوں نے حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے کیا نتیجہ نکالا تھا کیا یہ کہ اُن کا رفع جسمانی نہیں ہوا یا یہ کہ ان کا رفع روحانی نہیں ہوا اور وہ نعوذ باللہ اوپر کو خدا کی طرف نہیں گئے بلکہ نیچے کو شیطان کی طرف گئے۔ بڑی حماقت انسان کی یہ ہے کہ وہ ایسی بحث شروع کر دے جس کو اصل تنازع سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ بمبئی کلکتہ میں صدہا یہودی رہتے ہیں بعض اہل علم اور اپنے مذہب کے فاضل ہیں ان سے بذریعہ خط دریافت کر کے پوچھ لو کہ انہوں نے حضرت مسیح پر کیا الزام لگایا تھا اور صلیبی موت کا کیا نتیجہ نکالا تھا کیا عدم رفع جسمانی یا عدم رفع روحانی۔ غرض حضرت مسیح کے رفع کا مسئلہ بھی قرآن شریف میں بے فائدہ اور بغیر کسی محرک کے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں یہود کے ان خیالات کا ذبّ اور دفع مقصود ہے جن میں وہ حضرت مسیح کے رفعِ روحانی کے منکر ہیں۔ بھلا اگر تنزل کے طور پر ہم مان بھی لیں کہ یہ لغو حرکت نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کی کہ مسیح کو مع جسم اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنے نفس پر جسم اور جسمانی ہونے کا اعتراض بھی وارد کر لیا کیونکہ جسم جسم کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پھر بھی طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن شریف یہود اور نصاریٰ کی غلطی کی اصلاح کرنے آیا ہے اور یہود نے یہ ایک بڑی غلطی اختیار کی تھی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ملعون قرار دیا اور ان کے روحانی رفع سے انکار کیا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مر کر خدا کی طرف نہیں گیا ہے بلکہ شیطان کی طرف گیا تو اس الزام کا دفع اور ذبّ قرآن میں کہاں ہے جو اصل منصب قرآن کا تھا کیونکہ جس حالت میں آیت رَافِعُكَ اِلَیَّ[1] اور آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ جسمانی رفع کے لیے خاص ہوگئیں تو روحانی رفع کا بیان کسی اور آیت میں ہونا چاہیئے اور یہود اور نصاریٰ کی غلطی دور کرنے کے لیے کہ جو عقیدہ لعنت کے متعلق ہے۔ ایسی آیت کی ضرورت ہے کیونکہ جسمانی رفع لعنت کے مقابل پر نہیں بلکہ جیسا کہ لعنت بھی ایک روحانی امر ہے ایسا ہی رفع بھی ایک امر روحانی ہونا چاہیے۔ پس وہی مقصود بالذات امر تھا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جو امر تصفیہ کے متعلق تھا وہ اعتراض تو بدستور گلے پڑا رہا اور خدا نے خواہ نخواہ ایک غیر متعلق بات جو یہود کے عقیدہ اور باطل استنباط سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی یعنی رفع جسمانی اس کا قصہ بار بار قرآن شریف میں لکھ مارا گویا سوال دیگر اور جواب دگر۔ ظاہر ہے کہ رفع جسمانی یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام تینوں فرقوں کے عقائد کے رو سے مدار نجات نہیں بلکہ کچھ بھی نجات اس پر موقوف نہیں تو پھر کیوں خدا نے اس کو بار بار ذکر کرنا شروع کر دیا۔ یہود کا یہ کب مذہب ہے کہ بغیر جسمانی رفع کے نجات نہیں ہو سکتی اور نہ سچا نبی ٹھہر سکتا ہے پھر اس لغو ذکر سے فائدہ کیا ہوا کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جو تصفیہ کے

[1] آل عمران آیت ۵۶

لائق امر تھا جس کے عدم تصفیہ سے ایک سچا نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے بلکہ نعوذ باللہ کافر بنتا ہے اور لعنتی کہلاتا ہے اُس کا تو قرآن نے کچھ ذکر نہ کیا اور ایک بیہودہ قصہ رفع جسمانی کا جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں شروع کر دیا۔ غرض حضرت مسیح کی موت اور رفع جسمانی پر یہ دلائل ہیں جو ہم نے بہت بسط سے اپنی کتابوں میں بیان کیے ہیں اور اب تک ہمارے مخالف عدم جواب کی وجہ سے ہمارے مدیون ہیں۔ پھر اس میں اب ہم پیر مہر علی شاہ یا کسی اور پیر صاحب یا مولوی صاحب سے کیا بحث کریں۔ ہم تو باطل کو ذبح کر چکے اب ذبح کے بعد کیوں اپنے ذبیحہ پر بے فائدہ چھری پھیریں۔ اے حضرات ان امور میں اب بحثوں کا وقت نہیں اب تو ہمارے مخالفوں کے لیے ڈرنے اور توبہ کرنے کا وقت ہے کیونکہ جہاں تک اس دنیا میں ثبوت ممکن ہے اور جہاں تک حقائق اور دعاوی کو ثابت کیا جاتا ہے اسی طرح ہم نے حضرت مسیح کی موت اور اُن کے رفع روحانی کو ثابت کر دیا ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ۔[1]

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵-۱۷)

یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُس رفع سے منکر تھے جو ہر یک مومن کے لیے مدار نجات ہے کیونکہ مسلمانوں کی طرح ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جان نکلنے (کے) بعد ہر یک مومن کی روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں مگر کافر پر آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں اس لیے اُس کی روح نیچے شیطان کی طرف پھینک دی جاتی ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں بھی شیطان کی طرف ہی جاتا تھا لیکن مومن اپنی زندگی میں اوپر کی طرف جاتا ہے اس لیے مرنے کے بعد بھی خدا کی طرف اُس کا رفع ہوتا ہے اور اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ[2] کی آواز آتی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶ حاشیہ)

رفع جسمانی کا خیال اُس وقت نصاریٰ کے دل میں پیدا ہوا جبکہ اُن کا ارادہ ہوا کہ مسیح کو خدا بنا دیں اور دنیا کا منجی قرار دیں ورنہ نصاریٰ بھی خود اس بات کے قائل ہیں کہ نجات کے لیے تو صرف روحانی رفع کافی ہے پس افسوس کہ جس امر کو نصاریٰ حضرت مسیح کی خدائی کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ان کی ایک خصوصیت ٹھہراتے ہیں وہی امر مسلمانوں نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا ہے اگر مسلمان یہ جواب دیں کہ ہم تو ادریس کو بھی مسیح کی طرح آسمان پر عقیدہ رکھتے ہیں یہ دوسرا جھوٹ ہے کیونکہ جیسا کہ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ اہل سُنّت کا یہی عقیدہ ہے کہ ادریس آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ بھی کسی دن زمین پر مرنے کے لیے آئے گا تو اب خواہ نخواہ رفع جسمانی میں مسیح کی خصوصیت ماننی پڑی اور قبول کرنا پڑا کہ اُس کا جسم غیر فانی ہے اور خدا کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور یہ صریح باطل ہے۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷ حاشیہ)

خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے اور شیطان کی طرف جانے کا نام لعنت ہے۔ ان دونوں لفظوں میں تقابل اضداد ہے۔ نادان لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر رفع کے معنے مع جسم اٹھانا ہے تو اس کے مقابل کا

---

[1] یونس آیت ۳۳ ۔ [2] الفجر آیت ۳۰۔

لفظ کیا ہوا جیسا کہ رفع روحانی کے مقابل پر لعنت ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صـ۱۴)

یہ خیال کہ قرآن شریف میں ان (حضرت مسیح) کی نسبت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ آیا ہے اور بل دلالت کرتا ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہ خیال نہایت ذلیل خیال اور بچوں کا سا خیال ہے اس قسم کا رفع تو بلعم کی نسبت بھی مذکور ہے یعنی لکھا ہے کہ ہم نے ارادہ کیا تھا کہ بلعم کا رفع کریں مگر وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ ظاہر ہے کہ مسیح کے لیے جو لفظ رفع میں استعمال کیے گئے وہی لفظ بلعم کی نسبت استعمال کیے گئے۔ مگر کیا خدا کا ارادہ تھا کہ بلعم کو مع جسم آسمان پر پہنچا دے بلکہ صرف اس کی روح کا رفع مراد تھا۔ اے حضرات! خدا سے خوف کرو رفع جسمانی تو یہودیوں کے الزام میں معرض بحث میں ہی نہیں تمام جھگڑا تو رفع روحانی کے متعلق ہے کیونکہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ کر بموجب نص توریت کے یہ خیال کر لیا تھا کہ اب اس کا رفع روحانی نہیں ہوگا اور وہ نعوذ باللہ خدا کی طرف نہیں جائے گا بلکہ ملعون ہو کر شیطان کی طرف جائیگا یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے کہ جو شخص خدا کی طرف بلایا جاتا ہے اس کو مرفوع کہتے ہیں اور جو شیطان کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے اس کو ملعون کہتے ہیں سو یہی وہ یہودیوں کی غلطی تھی جس کا قرآن شریف نے بحیثیت حَکَم ہونے کے فیصلہ کیا اور فرمایا کہ مسیح صلیب پر قتل نہیں کیا گیا اور قتل صلیب پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا اس لیے مسیح رفع روحانی سے محروم نہیں ہو سکتا۔ (تحفہ گولڑویہ صـ۱)

وَاَثْبَتَ بِثُبُوْتٍ بَيِّنٍ وَّاضِحٍ اَنَّ عِيْسٰى مَا صُلِبَ وَمَا رُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ۔ وَمَا كَانَ رَفْعُهٗ اَمْرًا جَدِيْدًا مَخْصُوْصًا بِهٖ بَلْ كَانَ رَفْعَ الرُّوْحِ فَقَطْ كَمِثْلِ رَفْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ۔ وَاَمَّا ذِكْرُ رَفْعِهٖ بِالْخُصُوْصِيَّةِ فِى الْقُرْاٰنِ۔ فَكَانَ لِذَبِّ مَا زَعَمَ الْيَهُوْدُ وَاَهْلُ الصُّلْبَانِ۔ فَاِنَّهُمْ ظَنُّوْا اَنَّهٗ صُلِبَ وَلُعِنَ بِحُكْمِ التَّوْرَاتِ۔ وَاللَّعْنُ يُنَافِى الرَّفْعَ بَلْ هُوَ ضِدُّهٗ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى ذَوِى الْحَصَاةِ۔ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلٰى هَاتَيْنِ الطَّائِفَتَيْنِ بِقَوْلِهٖ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ وَالْمَقْصُوْدُ مِنْهُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَلْعُوْنٍ بَلْ مِنَ الَّذِيْنَ يُرْفَعُوْنَ وَيُكْرَمُوْنَ اَمَامَ عَيْنَيْهِ۔ وَمَا كَانَ اِنْكَارُ الْيَهُوْدِ اِلَّا مِنَ الرَّفْعِ الرُّوْحَانِىِّ الَّذِىْ لَا يَسْتَحِقُّهُ الْمَصْلُوْبُ۔

اللہ تعالےٰ نے ایک بیّن اور واضح ثبوت کے ذریعہ سے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر نہیں مارا گیا اور نہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور نہ آپ کا رفع کوئی نئی بات تھی جو آپ کے ساتھ مخصوص تھی بلکہ یہ تو آپ کے بھائیوں یعنی دوسرے انبیاء کی طرح صرف روحانی رفع تھا اور یہ جو قرآن کریم میں آپ کے رفع کو خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے وہ تو محض یہودیوں اور صلیب پرستوں کے خیالات کا ردّ تھا۔ کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ آپؑ کو صلیب دیا گیا اور آپ تورات کے حکم کے مطابق ملعون ہو گئے۔ اور لعنت رفع کی منافی ہے بلکہ اس کی ضد ہے جیسا کہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس اللہ تعالیٰ نے بل رفعہ اللہ الیہ کہہ کر ان دونوں گروہوں کا ردّ کر دیا اور اس سے مقصد یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام ملعون نہیں ہیں بلکہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا رفع کیا جاتا ہے اور جو خدا کی نگاہ میں معزز ہوتے ہیں نیز یہود کا انکار بھی اسی رفع روحانی سے تھا جس کا کسی مصلوب کو حق نہیں پہنچتا ورنہ ان کے نزدیک

وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ رَفْعُ الْجِسْمِ مَدَارَ النَّجَاتِ فَالْبَحْثُ عَنْهُ لَغْوٌ لَّا يَلْزَمُ مِنْهُ اللَّعْنُ وَالذُّنُوبُ۔ فَإِنَّ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَمُوْسٰى۔ مَا رُفِعَ أَحَدٌ مِّنْهُمْ إِلَى السَّمَآءِ بِجِسْمِهِ الْعُنْصُرِيِّ كَمَا لَا يَخْفٰى۔ وَلَا شَكَّ أَنَّهُمْ بُعِدُوْا مِنَ اللَّعْنَةِ وَجُعِلُوْا مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ وَنَجَوْا بِفَضْلِ اللّٰهِ بَلْ كَانُوْا سَادَةَ النَّاجِيْنَ۔ فَلَوْ كَانَ رَفْعُ الْجِسْمِ إِلَى السَّمَآءِ مِنْ شَرَائِطِ النَّجَاتِ۔ لَكَانَ عَقِيْدَةُ الْيَهُوْدِ فِيْ أَنْبِيَائِهِمْ أَنَّهُمْ رُفِعُوْا مَعَ الْجِسْمِ إِلَى السَّمٰوٰتِ۔ فَالْحَاصِلُ أَنَّ رَفْعَ الْجِسْمِ مَا كَانَ عِنْدَ الْيَهُوْدِ مِنْ عَلَامَاتِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ۔ وَمَا كَانَ إِنْكَارُهُمْ إِلَّا مِنْ رَّفْعِ رُوْحِ عِيْسٰى وَكَذَالِكَ يَقُوْلُوْنَ إِلٰى هٰذَا الزَّمَانِ۔ فَإِنْ فَرَضْنَا أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ كَانَ لِبَيَانِ رَفْعِ جِسْمِ عِيْسٰى إِلَى السَّمَآءِ۔ فَأَيْنَ ذِكْرُ رَفْعِ رُوْحِهِ الَّذِيْ فِيْهِ تَطْهِيْرُهٗ مِنَ اللَّعْنَةِ وَشَهَادَةُ الْإِبْرَاءِ مَعَ أَنَّ ذِكْرَهٗ كَانَ وَاجِبًا لِّرَدِّ مَا زَعَمَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى مِنَ الْخَطَاءِ۔ وَكَفَاكَ هٰذَا إِنْ كُنْتَ مِنْ أَهْلِ الرُّشْدِ وَالدَّهَاءِ۔ أَتَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ تَرَكَ بَيَانَ رَفْعِ الرُّوْحِ الَّذِيْ يُنَجِّيْ عِيْسٰى مِمَّا أُفْتِيَ عَلَيْهِ فِي الشَّرِيْعَةِ الْمُوْسَوِيَّةِ۔ وَتَصَدّٰى لِذِكْرِ رَفْعِ الْجِسْمِ الَّذِيْ لَا يَتَعَلَّقُ بِأَمْرٍ يَّسْتَلْزِمُ اللَّعْنَةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْفِرْقَةِ۔ بَلْ أَمْرٌ لَّغْوٌ اشْتَهَرَ بَيْنَ زَمَعِ النَّصَارٰى وَالْعَامَّةِ۔ وَلَيْسَ تَحْتَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْحَقِيْقَةِ۔ وَمَا حَمَلَ النَّصَارٰى عَلٰى

رفع جسمانی نجات کا مدار نہیں۔ پس رفع جسمانی کے متعلق ایسی بحث کرنا لغو ہے جس سے گناہ اور لعنت لازم نہ آئیں دیکھو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب اور موسیٰ میں سے کوئی بھی اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان کی طرف نہیں اٹھایا گیا جیسا کہ سب پر ظاہر ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ سب لعنت سے دور رکھے گئے تھے اور اللہ کے مقرب بنائے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انہوں نے نجات حاصل کی تھی بلکہ وہ نجات پانے والوں کے سردار تھے اگر جسم کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا نجات کی شرائط میں سے ہوتا تو یہود کا عقیدہ اپنے انبیاء کے بارہ میں یہ ہوتا کہ وہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جسم کا اُٹھایا جانا یہود کے نزدیک اہل ایمان کی علامت نہیں تھا اور ان کا انکار محض عیسیٰ ؑ کے رفع روحانی سے تھا اور وہ اب تک یہی مانتے ہیں۔ اگر ہم فرض کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان بل رفعہ اللہ الیہ کا مقصد یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے کا ذکر کیا جائے تو آپ کے رفع رُوحانی کا ذکر کہاں ہے جس میں آپ کے لعنت سے پاک ہونے اور الزامات سے بَری ہونے کی شہادت ہے حالانکہ اس کا ذکر یہود اور نصاریٰ کے جھوٹے خیالات کی تردید کے لیے ضروری تھا اور اگر تو اہل رشد وعقل میں سے ہے تو تیرے لیے اسی قدر بیان کافی ہے۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رفع روحانی کا ذکر تو چھوڑ دیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو شریعت موسویہ کی رو سے دئے گئے فتویٰ سے نجات یافتہ اور مخلصی پانے والا قرار دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ جسم کے رفع کے ذکر کے پیچھے پڑ گیا جو کسی ایسے امر سے تعلق نہیں رکھتا جو ان لوگوں کے نزدیک لعنت کو مستلزم ہو۔ بلکہ وہ ایسی لغو بات ہے جو نصاریٰ کے کم فہم افراد اور عوام میں مشہور ہو گئی تھی اور جس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اس بات پر نصاریٰ کو صرف یہودیوں کے پے در پے طعنوں اور ان کے اس الزام نے اکسایا کہ عیسیٰ علیہ السلام

ذٰلِكَ اِلَّا طَعْنُ الْیَهُوْدِ بِالْاِصْرَارِ۔ وَقَوْلُهُمْ اِنَّ عِیْسٰی مَلْعُوْنٌ بِمَا صُلِبَ كَالْاَشْرَارِ۔ وَالْمَصْلُوْبُ مَلْعُوْنٌ بِحُكْمِ التَّوْرَاتِ وَلَیْسَ هٰهُنَا سَعَةُ الْفِرَارِ۔ فَضَاقَتِ الْاَرْضُ بِهٰذَا الطَّعْنِ عَلَى النَّصَارٰی۔ وَصَارُوْا فِیْ اَیْدِی الْیَهُوْدِ كَالْاُسَارٰی۔ فَنَحَتُوْا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ حِیْلَةَ صُعُوْدِ عِیْسٰی اِلَی السَّمَاءِ لَعَلَّهُمْ یُطَهِّرُوْهُ مِنَ اللَّعْنَةِ بِهٰذَا الْاِفْتِرَاءِ۔ وَمَا كَانَ مَفَرٌّ مِّنْ تِلْكَ الْحَادِثَةِ الشَّهِیْرَةِ الَّتِیْ اشْتَهَرَتْ بَیْنَ الْخَوَاصِّ وَالْعَوَامِّ۔ فَاِنَّ الصَّلِیْبَ كَانَ مُوْجِبًا لِّلَّعْنَةِ بِاتِّفَاقِ جَمِیْعِ فِرَقِ الْیَهُوْدِ وَعُلَمَاءِهِمُ الْعِظَامِ۔ فَلِذٰلِكَ نُحِتَتْ قِصَّةُ صُعُوْدِ الْمَسِیْحِ مَعَ الْجِسْمِ حِیْلَةً لِّلْاِبْرَاءِ۔ فَمَا قُبِلَتْ لِعَدَمِ الشُّهَدَآءِ۔ فَرَجَعُوْا مُضْطَرِّیْنَ اِلٰی قُبُوْلِ اِلْزَامِ اللَّعْنَةِ۔ وَقَالُوْا حَمَلَهَا الْمَسِیْحُ نَجِیَّةً لِّلْاُمَّةِ۔ وَمَا كَانَتْ هٰذِهِ الْمَعَاذِیْرُ اِلَّا كَخَبْطِ عَشْوَاءَ۔ ثُمَّ بَعْدَ مُدَّةٍ اتَّبَعُوا الْاَهْوَاءَ۔ وَجَعَلُوْا مُتَعَمِّدِیْنَ ابْنَ مَرْیَمَ لِلّٰهِ كَشُرَكَاءَ۔ وَصَارَ صُعُوْدُ الْمَسِیْحِ وَحَمْلُهُ اللَّعْنَةَ عَقِیْدَةً بَعْدَ ثَلٰثِ مِائَةِ سَنَةٍ عِنْدَ الْمَسِیْحِیِّیْنَ ثُمَّ تَبِعَ بَعْضَ خَیَالَاتِهِمْ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلٰثَةِ الْفَیْجُ الْاَعْوَجُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاعْلَمْ اَرْشَدَكَ اللّٰهُ اَنَّ رَسُوْلَنَا صلعم مَا رَاٰی عِیْسٰی لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ اِلَّا فِیْ اَرْوَاحِ الْاَمْوَاتِ۔ وَاِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّذَوِی الْحَصَاةِ۔ وَكُلُّ مُؤْمِنٍ یُّرْفَعُ رُوْحُهٗ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ

ملعون ہیں کیونکہ آپ کو شریروں کی طرح صلیب پر مارا گیا۔ اور مصلوب شخص تورات کے حکم کے مطابق ملعون ہوتا ہے۔ اور اس جگہ اس الزام سے فرار کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ پس ان طعنوں سے عیسائیوں پر زمین تنگ ہوگئی اور وہ یہودیوں کے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح ہو گئے۔ پس انہوں نے اپنے پاس سے عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر چڑھ جانے کا حیلہ تراش لیا۔ تا وہ اس جھوٹے عقیدہ کے ذریعہ مسیح کو لعنت سے پاک قرار دے سکیں اُنہیں اس مشہور واقعہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی جو خواص اور عوام میں شہرت پا چکا تھا۔ کیونکہ تمام یہودی فرقوں اور ان کے بڑے بڑے علماء کے اتفاق سے صلیبی موت موجب لعنت ہے اس لیے انہوں نے عیسٰیؑ کی بریت کے لیے بطور ایک حیلہ کے بجسدہ العنصری آپ کے آسمان پر چڑھ جانے کا قصہ گھڑ لیا۔ لیکن گواہوں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس حیلہ کو قبولیت عامہ حاصل نہ ہوئی پس وہ لعنت کے الزام کو قبول کرنے کے لیے بے بس ہو گئے۔ اور انہوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ مسیح علیہ السلام نے امت کی نجات کی خاطر اس لعنت کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن یہ سب عذر اندھیرے میں ہاتھ پیر مارنے کے مترادف تھے۔ پھر کچھ مدت کے بعد انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی شروع کی اور جان بوجھ کر ابن مریم کو اللہ کا شریک قرار دیدیا۔ اور تین سو سال بعد مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھ جانا اور لعنت کو قبول کرنا عیسائیوں کے نزدیک ایک عقیدہ قرار پا گیا۔ پھر مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو سال بعد فیج اعوج میں عیسائیوں کے بعض خیالات کی تقلید شروع کردی! اور اے مخاطب! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے خوب سمجھ لو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسٰی علیہ السلام کو وفات یافتہ لوگوں کی روحوں میں ہی دیکھا تھا اور اس میں عقلمندوں کے لیے ایک نشان ہے۔ اور موت کے بعد ہی مومنوں کی روح کا رفع ہوتا ہے۔ اور اس کے لیے

تُفتح لہ ابواب السمٰوات - فکیف وصل المسیح الی الموتٰی ومقاماتہم مع انّہ کان فی رِبقۃ الحیات - (الہدیٰ ص۱۱۱-۱۱۲)

یہود کا جھگڑا تو صرف رفع روحانی کے بارہ میں تھا - اور ان کا خیال تھا - کہ ایمانداروں کی طرح حضرت عیسیٰ کی روح آسمان پر نہیں اٹھائی گئی - کیونکہ وہ صلیب دئے گئے تھے - اور جو صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہے - یعنی آسمان پر خدا کی طرف اُس کی روح نہیں اٹھائی جاتی - اور قرآن شریف نے صرف اسی جھگڑے کو فیصلہ کرنا تھا - جیسا کہ قرآن شریف کا دعوے ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے - اور ان کے تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے - اور یہود کا جھگڑا تو یہ تھا کہ عیسیٰ مسیح ایماندار لوگوں میں سے نہیں ہے - اور اُس کی نجات نہیں ہوئی - اور اس کی روح کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا - پس فیصلہ طلب یہ امر تھا - کہ عیسیٰ مسیح ایماندار اور خدا کا سچا نبی ہے یا نہیں - اور اس کی روح کا رفع مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف ہوا یا نہیں - یہی قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا - پس اگر آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے یہ مطلب ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر اٹھا لیا - تو اس کارروائی سے متنازعہ فیہ امر کا کیا فیصلہ ہوا - گویا خدا نے امر متنازعہ فیہ کو سمجھا ہی نہیں - اور وہ فیصلہ دیا جو یہودیوں کے دعویٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا - پھر آیت میں تو یہ صاف لکھا ہے - کہ عیسیٰ کا رفع خدا کی طرف ہوا - یہ تو نہیں لکھا - کہ دوسرے آسمان کی طرف رفع ہوا - کیا خدائے عزّوجلّ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے - یا نجات اور ایمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جسم بھی ساتھ ہی اٹھایا جائے - اور عجب بات یہ ہے - کہ آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں آسمان کا ذکر بھی نہیں - بلکہ اس آیت کے تو صرف یہ معنی ہیں کہ خدا نے اپنی طرف مسیح کو اٹھا لیا - اب بتلاؤ - کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیلؑ - حضرت اسحاقؑ - حضرت یعقوبؑ - حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ کسی اور طرف اُٹھائے گئے تھے - خدا کی طرف نہیں - میں اس جگہ زور سے کہتا ہوں کہ اس آیت کی حضرت مسیح سے تخصیص سمجھنا یعنی رفع الی اللہ انہیں کے ساتھ خاص کرنا - اور دوسرے نبیوں کو اس سے باہر رکھنا - یہ کلمہ کفر ہے - اس سے بڑھ کر اور کوئی کفر نہ ہوگا - کیونکہ ایسے معنوں سے باستثناء حضرت عیسیٰؑ تمام انبیاء کو رفع سے جواب دیا گیا ہے - حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج سے آکر ان کی رفع کی گواہی بھی دی اور یہ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ کی رفع کا ذکر صرف یہودیوں کی تنبیہ اور دفع اعتراض کے لیے تھا - ورنہ یہ رفع تمام انبیاء اور رسل اور مومنوں میں عام ہے - مرنے کے بعد ہر ایک مومن کا رفع ہوتا ہے - چنانچہ آیت ھٰذَا ذِکْرٌ ط وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ - جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَۃً لَّھُمُ الْاَبْوَابُ[1] سورۃ ص پارہ ۲۳ ع ۱۳ - میں اس رفع کی طرف اشارہ ہے لیکن کافر کا رفع نہیں ہوتا - چنانچہ آیت لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ[2] اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے - (لیکچر سیالکوٹ ص۱۸-۲۰)

آسمانوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں پھر حضرت مسیح علیہ السلام بقید حیات ہونے کے باوجود وفات یافتہ لوگوں اور ان کے مقامات تک کیسے پہنچے - (الہدیٰ ص۱۱۱-۱۱۲)

---

[1] ص آیت ۵۰-۵۱ ٭ [2] الاعراف آیت ۴۱ ٭

اگر یہ بات صحیح ہے کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے یہی معنے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان دوم کی طرف اٹھائے گئے۔ تو پھر پیش کرنا چاہیئے۔ کہ اصل متنازعہ فیہ امر کا فیصلہ کس آیت میں تبلایا گیا ہے۔ یہودی جواب تک زندہ اور موجود ہیں وہ تو حضرت مسیح کے رفع کے انہیں معنوں سے منکر ہیں۔ کہ وہ نعوذ باللہ مومن اور صادق نہ تھے۔ اور ان کی روح کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور شک ہو۔ تو یہودیوں کے علماء سے جا کر پوچھ لو۔ کہ وہ صلیبی موت سے یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ اس موت سے روح مع جسم آسمان پر نہیں جاتی۔ بلکہ وہ بالاتفاق یہ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے۔ وہ ملعون ہے اس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالٰی نے قرآن شریف میں حضرت عیسٰی کی صلیبی موت سے انکار کیا۔ اور فرمایا وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ اور صَلَبُوْہُ کے ساتھ آیت میں قَتَلُوْہُ کا لفظ بڑھا دیا۔ تا اس بات پر دلالت کرے کہ صرف صلیب پر چڑھایا جانا موجب لعنت نہیں۔ بلکہ شرط یہ ہے۔ کہ صلیب پر چڑھایا بھی جائے۔ اور بہ نیت قتل اس کی ٹانگیں بھی توڑی جائیں اور اس کو مارا بھی جائے۔ تب وہ موت ملعون کی موت کہلائے گی۔ مگر خدا نے حضرت عیسٰی کو اس موت سے بچا لیا۔ وہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ مگر صلیب کے ذریعہ سے اُن کی موت نہیں ہوئی۔ ہاں یہود کے دلوں میں یہ شبہ ڈال دیا۔ کہ گویا وہ صلیب پر مر گئے ہیں۔ اور یہی دھوکا نصارٰی کو بھی لگ گیا۔ ہاں انہوں نے خیال کیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو گئے ہیں۔ لیکن اصل بات صرف اتنی تھی۔ کہ اس صلیب کے صدمہ سے بیہوش ہو گئے تھے۔ اور یہی معنے شُبِّہَ لَھُمْ کے ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۲-۲۳)

یہودی فاضل جواب تک موجود ہیں اور بمبئی اور کلکتہ میں بھی پائے جاتے ہیں عیسائیوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسٰی آسمان پر چلے گئے ہیں بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے نادان ہیں جنہوں نے اصل بات کو سمجھا نہیں کیونکہ قدیم یہودیوں کا تو یہ دعوٰی تھا کہ جو شخص صلیب دیا جائے وہ بے دین ہوتا ہے اور اُس کی رُوح آسمان پر اُٹھائی نہیں جاتی۔ اس دعوٰی کے رد کرنے کے لیے عیسائیوں نے یہ بات بنائی کہ گویا حضرت عیسٰی مع جسم آسمان پر چلے گئے ہیں تا وہ داغ جو مصلوب ہونے سے حضرت عیسٰی پر لگتا تھا وہ دور کر دیں مگر اس منصوبہ میں انہوں نے نہایت نادانی ظاہر کی۔ کیونکہ یہودیوں کا یہ تو عقیدہ نہیں کہ جو شخص مع جسم آسمان پر نہ جاوے وہ بے دین اور کافر ہوتا ہے اور اُس کی نجات نہیں ہوتی کیونکہ بموجب عقیدہ یہودیوں کے حضرت موسٰی بھی مع جسم آسمان پر نہیں گئے۔ یہودیوں کی حُجّت تو یہ تھی کہ بموجب حُکم توریت کے جو شخص کاٹھ پر لٹکایا جائے اُس کی روح آسمان پر اُٹھائی نہیں جاتی کیونکہ صلیب جرائم پیشہ لوگوں کے ہلاک کرنے کا آلہ ہے پس خدا اِس سے پاک تر ہے کہ ایک مطہر اور راست باز مومن کو صلیب کے ذریعہ سے ہلاک کرے سو توریت میں یہی حکم لکھ دیا گیا کہ جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے وہ مومن نہیں اور اُس کی روح خدا تعالٰی کی طرف اُٹھائی نہیں جاتی یعنی رفع الی اللہ نہیں ہوتا۔ اور جبکہ مسیح صلیب کے ذریعہ سے ہلاک ہو گیا تو اس سے نعوذ باللہ بقول یہود ثابت ہو گیا کہ وہ ایماندار نہ تھا اور اس کی روح خدا تعالٰی کی طرف اُٹھائی نہیں گئی پس اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ مسیح مع جسم آسمان پر چلا گیا یہ حماقت ہے اور ایسے بیہودہ جواب سے

یہودیوں کا اعتراض بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ ان کا اعتراض رفع روحانی کے متعلق ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہو نہ رفع جسمانی کے متعلق جو آسمان کی طرف ہو۔ اور قرآن شریف جو اختلاف نصاریٰ اور یہود کا فیصلہ کرنے والا ہے اُس نے اپنے فیصلہ میں یہی فرمایا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ یعنی خدا نے عیسیٰ کو اپنی طرف اُٹھا لیا اور ظاہر ہے کہ خدا کی طرف روح اُٹھائی جاتی ہے نہ جسم۔ خدا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَآءِ بلکہ فرمایا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ اور اس مقام میں خدا تعالیٰ کا صرف یہ کام تھا جو یہودیوں کا اعتراض دور کرتا جو رفع روحانی کے انکار میں ہے اور نیز عیسائیوں کی غلطی کو دور فرماتا پس خدا تعالیٰ نے ایک ایسا جامع لفظ فرمایا جس سے دونوں فریق کی غلطی کو ثابت کر دیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ صرف یہی ثابت نہیں کرتا کہ مسیح کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف ہو گیا اور وہ مومن ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آسمان کی طرف اس کا رفع نہیں ہُؤا کیونکہ خدا تعالےٰ جو تجسم اور جہات اور احتیاج مکان سے پاک ہے اس کی طرف رفع ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ وہ جسمانی رفع نہیں بلکہ جس طرح اور تمام مومنوں کی روحیں اُس کی طرف جاتی ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی اُس کی طرف گئی ہر ایک ذی علم جانتا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب مومن فوت ہوتا ہے اُس کی روح خدا کی طرف جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً - فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ - وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۔[۵]

یعنی اے روح اطمینان یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلی آ وہ تجھ سے راضی اور تو اُس سے راضی۔ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت میں داخل ہو جا۔ اور یہی یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ مومن کی روح کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور بے دین اور کافر کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا اور وہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر اور بے دین سمجھتے تھے کہ اس شخص نے خدا پر افتراء کیا ہے اور یہ سچا نبی نہیں ہے اور اگر سچا ہوتا تو اُس کے آنے سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا اسی لیے وہ لوگ یہی عقیدہ رکھتے تھے اور اب تک رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی روح مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف نہیں گئی بلکہ نعوذ باللہ شیطان کی طرف گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہود کو جھوٹا ٹھہرایا اور ساتھ ہی عیسائیوں کو بھی دروغگو قرار دیا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بڑے بڑے افتراء کیے ہیں ایک جگہ طالمود میں جو یہودیوں کی حدیثوں کی کتاب ہے لکھا ہے کہ یسوع کی لاش کو جب دفن کیا گیا تو ایک باغبان نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا لاش کو قبر سے نکال کر ایک جگہ پانی کے روکنے کے واسطے بطور بندھ کے رکھ دیا یسوع کے شاگردوں نے جب قبر کو خالی پایا تو شور مچا دیا کہ وہ مع جسم آسمان پر چلا گیا تب وہ لاش ملکہ ہیلنیا کے روبرو سب کو دکھائی گئی اور یسوع کے شاگرد سخت شرمندہ ہوئے دیکھو جیوئش انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۷۲ جلد ۷۔ یہ انسائیکلو پیڈیا یہودیوں کی ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۷۰ ۱۷۳ حاشیہ)

۵؎ الفجر آیات ۲۸ - ۳۱ ۔

اگر خدا تعالیٰ کی اِن آیات میں یعنی بل رفعہ اللہ الیہ میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم عنصری دوسرے یا چوتھے آسمان پر پہنچائے گئے تھے تو ہمیں کوئی بتلائے کہ یہودیوں کے اِس اعتراض کا کن آیات میں جواب ہے جو وہ کہتے ہیں جو مومنوں کی طرح حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا یہ تو نعوذ باللہ قرآن شریف کی ہتک ہے کہ اعتراض تو یہودیوں کا کوئی اور تھا اور جواب کوئی اور دیا گیا گویا خدا تعالیٰ نے یہودیوں کا منشا نہیں سمجھا یہودی تو اس بارے میں حضرت عیسیٰ سے کوئی خصوصیت کا معجزہ نہیں چاہتے تھے ان کا تو یہی اعتراض تھا کہ عام مومنوں کی طرح اُن کا رفع نہیں ہوا اور اُن کا جواب تو صرف اِن الفاظ سے دینا چاہیئے تھا کہ اُن کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہوگیا ہے پس اگر ممدوحہ بالا آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ آسمان پر بٹھانے کا مطلب ہے تو یہ تو یہودیوں کے اعتراض کا جواب نہیں ہے قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کہ سوال دیگر اور جواب دیگر۔ ایسا خیال تو کفر تک پہنچ جاتا ہے جب کہ قرآن شریف کا یہ بھی منصب ہے کہ یہود کی اُن غلط تہمتوں کو دُور کرے جو حضرت عیسیٰ پر اُنہوں نے لگائی تھیں تو منجملہ اُن تہمتوں کے یہ بھی یہود کی ایک تہمت تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ کے رفع روحانی کے منکر تھے اور اس طور سے نعوذ باللہ اُن کو کافر ٹھہراتے تھے پس قرآن شریف کا فرض تھا کہ اس تہمت سے اُن کو بری کرتا سو اگر ان آیتوں میں اُس نے حضرت عیسیٰ کو اس تہمت سے بری نہیں کیا تو قرآن شریف میں سے اور ایسی آیتیں پیش کرنی چاہئیں جن میں اُس نے اس تہمت سے حضرت عیسیٰ کو بری کر دیا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۷۲ حاشیہ)

خدا تعالیٰ کے اس کلام سے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یہ معنی نکالنا کہ حضرت عیسیٰ مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ کے پاس جا بیٹھے کس قدر نافہمی اور نادانی ہے۔ کیا خدائے عزّ وجلّ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے اور کیا قرآن میں رَفَعَ اِلَی اللّٰہِ کے معنی کسی اور محل میں بھی یہ آئے ہیں کہ آسمان پر مع جسم عنصری اُٹھا لینا اور کیا قرآن شریف میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ جسم عنصری بھی آسمان کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اور اس آیت کے مشابہ دوسری آیۃ بھی قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ کہ:۔ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً [1] پس کیا اس کے معنے یہ ہیں کہ اے نفس مطمئنہ مع جسم عنصری دوسرے آسمان پر چلا جا! اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں بلعم باعور کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے اُس کا رفع چاہا مگر وہ زمین کی طرف جُھک گیا۔ کیا اس آیت کے بھی یہی معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ بلعم باعور کو مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھانا چاہتا تھا مگر بلعم نے زمین پر رہنا ہی پسند کیا۔ افسوس کس قدر قرآن شریف کی تحریف کی جاتی ہے یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ موجود ہے اس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ مگر ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کسی شخص کا نہ مقتول ہونا نہ مصلوب ہونا اِس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا ہو اگلی آیت میں صریح یہ لفظ موجود ہیں کہ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی یہودی قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مگر اُن کو شبہ میں ڈالا گیا کہ ہم نے قتل کر دیا ہے۔ پس شبہ میں ڈالنے کے لیے اس بات کی کیا ضرورت

---

[1] الفجر آیت ۲۸-۲۹

تھی کہ کسی اور مومن کو مصلوب کر کے لعنتی بنایا جائے۔ یا خود یہودیوں میں سے کسی کو حضرت عیسیٰ کی شکل بنا کر صلیب پر چڑھایا جاوے۔ کیونکہ اس صورت میں ایسا شخص اپنے تئیں حضرت عیسیٰ کا دشمن ظاہر کر کے اور اپنے اہل وعیال کے پتے اور نشان دیکر ایک دم میں مخلصی حاصل کر سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ عیسیٰ نے جادو سے مجھے اپنی شکل پر بنا دیا ہے یہ کس قدر مجنونانہ توہمات ہیں کیوں لٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ کے معنے یہ نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے مگر غشی کی حالت اُن پر طاری ہوگئی تھی بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آگئے اور مرہم عیسیٰ کے استعمال سے (جو آج تک صدہا طبّی کتابوں میں موجود ہے جو حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی گئی تھی) اُن کے زخم بھی اچھے ہو گئے۔

پھر ایک اور بد قسمتی ہے کہ وہ ان آیتوں کے شان نزول کو نہیں دیکھتے۔ قرآن شریف یہود و نصاریٰ کے اختلافات دور کرنے کے لیے بطور حکم کے تھا تا اُن کے اختلافات کا فیصلہ کرے اور اُس کا فرض تھا کہ اُن کے متنازعہ فیہ امور کا فیصلہ کرتا پس منجملہ متنازعہ فیہ امور کے ایک یہ امر بھی متنازعہ فیہ تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہماری توریت میں لکھا ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے وہ لعنتی ہوتا ہے اس کی رُوح مرنے کے بعد خدا کی طرف نہیں جاتی۔ پس چونکہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مر گئے اس لیے وہ خدا کی طرف نہیں گئے اور آسمان کے دروازے اُن کے لیے نہیں کھولے گئے۔ اور عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عیسائی تھے اپنا یہ عقیدہ مشہور کیا تھا چنانچہ آج تک وہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر جان دیکر لعنتی تو بن گئے مگر یہ لعنت اَوروں کو نجات دینے کے لیے انہوں نے خود اپنے سر پر لے لی تھی۔ اور آخر وہ نہ جسم عنصری کے ساتھ بلکہ ایک نئے اور ایک جلالی جسم کے ساتھ جو خون اور گوشت اور ہڈی اور زوال پذیر ہونے والے مادہ سے پاک تھا خدا کی طرف اُٹھائے گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان دونوں متخاصمین کی نسبت یہ فیصلہ دیا کہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے کہ عیسیٰ کی صلیب پر جان نکلی یا وہ قتل ہوا تا اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ وہ بموجب حکم توریت لعنتی ہے بلکہ وہ صلیبی موت سے بچایا گیا اور مومنوں کی طرح اُس کا خدا کی طرف رفع ہوا اور جیسا کہ ہر ایک مومن ایک جلالی جسم خدا سے پاکر خدائے عزّوجل کی طرف اُٹھایا جاتا ہے وہ بھی اُٹھائے گئے۔ اور اُن نبیوں میں جا ملے جو ان سے پہلے گذر چکے تھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ جو آپ نے معراج سے واپس آکر بیان فرمایا کہ جیسے اور نبیوں کے مقدس اجسام دیکھے ویسا ہی حضرت عیسیٰ کو بھی انہیں کے رنگ میں پایا اور اُن کے ساتھ پایا کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا۔

پس یہ مسئلہ کیسا صاف اور صریح تھا کہ یہودیوں کا انکار محض رفع روحانی سے تھا کیونکہ وہی رفع ہے جو لعنت کے مفہوم کے برخلاف ہے مگر مسلمانوں نے محض اپنی ناواقفیت کی وجہ سے رفع روحانی کو رفع جسمانی بنا دیا یہودیوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں کہ جو شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہ جاوے وہ مومن نہیں بلکہ وہ تو آج تک اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ جس کا رفع روحانی نہ ہو اور اُس کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن شریف بھی فرماتا ہے لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ[1] یعنی کافروں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ مگر مومنوں کے لیے فرماتا ہے

---

[1] الاعراف آیت ۴۱ ؏

مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ [۱] یعنی مومنوں کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے پس یہودیوں کا یہی جھگڑا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کافر ہیں اس لیے خدا تعالیٰ کی طرف اُن کا رفع نہیں ہوا۔ یہودی اب تک مدعی ہیں مگر تو نہیں گئے۔ ان کو پوچھ کر دیکھ لو کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا کیا اس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جاتا اور اس کے جسم کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ جہالت بھی ایک عجیب بلا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی ناسمجھی سے کہاں کی بات کہاں تک پہنچا دی اور ایک فوت شدہ انسان کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو گئے حالانکہ حدیثوں میں حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس مقرر ہو چکی ہے۔ کیا وہ ایک سو بیس ۱۲۰ برس اب تک نہیں گذرے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵-۳۶)

اگر آیت بل رفعه الله الیه کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے تو ہمیں کوئی دکھلاوے کہ قرآن شریف میں وہ آیت کہاں ہے جو امر متنازعہ فیہ کا فیصلہ کرتی ہے یعنی جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بعد موت مومنوں کی طرح خدا کی طرف رفع ہو گا اور وہ مرنے کے بعد یحییٰ وغیرہ انبیا کے ساتھ جا ملیں گے کیا نعوذ باللہ خدا کو یہ دھوکہ لگا کہ یہود کی طرف سے انکار تو تھا اُن کی رفع روحانی کا جو مومن کا بعد موت ہوتا ہے اور خدا نے کچھ اور کا اَور سمجھ لیا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْاِفْتِرَاءِ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲ حاشیہ)

یہود کا اعتراض تو یہی تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ سولی چڑھائے گئے ہیں اس واسطے وہ ملعون ہیں اور صاف بات ہے کہ ملعون کا رفع روحانی نہیں ہو سکتا۔ اسی کے جواب میں قرآن شریف نے فرمایا ہے بل رفعه الله الیه۔

اچھا ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ اگر یہودیوں کا یہی اعتراض تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمانی نہیں ہوا تو پھر قرآن شریف جو کہ ان دونوں قوموں میں حکم ہو کر آیا ہے اس نے یہود کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا ہے۔ کیا وجہ کہ قرآن شریف نے یہود کے اصل اعتراض کا تو کہیں جواب نہ دیا اور رفع روحانی پر اتنا زور دیا اور رفعه الله الیه فرمایا رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ نہیں فرمایا عرش الٰہی ایک وراء الورا مخلوق ہے۔ جو زمین سے اور آسمان سے بلکہ تمام جہات سے برابر ہے۔ یہ نہیں کہ نعوذ باللہ عرش الٰہی آسمان سے قریب اور زمین سے دور ہے۔ لعنتی ہے وہ شخص جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے۔ عرش مقام تنزیہ ہے اور اسی لیے خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ [۲] اور مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ [۳] اور فرماتا ہے کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [۴]۔

غرض اصل جھگڑا تو صرف اُن کے رفع روحانی اور مقرب بارگاہ سلطانی ہونے کے متعلق تھا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ ہی کر دیا یہ فرما کر کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ اب کوئی بتائے کہ بھلا اس سے اُن کا آسمان پر چڑھ جانا کیسے ثابت ہوتا ہے کیا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر نہیں۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

اصل جھگڑا تو یہود کا یہ تھا۔ کہ حضرت مسیح کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ وہ تو اس بات کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کہ نعوذ باللہ مسیح لعین اور مردود ہیں اسی واسطے وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ ہم نے مسیح کو صلیب دیا اور اس طرح سے ان کو قتل کرنے کے

۱؎ ص آیت ۵۱ ۲؎ الحدید آیت ۵ ۳؎ المجادلہ آیت ۸ ۴؎ قٓ آیت ۱۷

مدعی تھے تاکہ اپنی کتاب کے فرمودہ کے مطابق ان کو جھوٹا نبی ثابت کریں رفع جسمانی کے متعلق تو کوئی جھگڑا ہی نہ تھا۔ قرآن شریف چونکہ بنی اسرائیل کے متنازعہ فیہ امور میں حکم اور قول فیصل ہے اس نے یہود کے اس اعتراض اور بہتان کا جو انہوں نے مسیح کو لعنتی اور جھوٹا نبی ثابت کرنے کے واسطے باندھا تھا۔ جواب دیا کہ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کہ یہود نے جیسا کہ ان کا زعم ہے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس طرح سے وہ اُن کو جھوٹا نبی ثابت کرنے کے دعویٰ میں کامیاب ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رفع روحانی کیا اور ان کو ایسی ذلّت اور ادبار سے بچا لیا۔ اگر رفع جسمانی ہی نجات اور پاکیزگی اور مقبول اور محبوب الٰہی ہونے کا موجب ہے تو پھر تو سارے ہی نبی جھوٹے ٹھیرتے ہیں اور کوئی بھی نجات یافتہ نہیں رہتا چہ جائیکہ کوئی خدا کا محبوب اور مقبول بھی ہو نعوذ باللہ من ذالک۔ تعصّب نے ان کو کسی کام کا نہ چھوڑا۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۴۷ مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ

سوال (پیش ہوا کہ)۔ قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل مسیح ابن مریم کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں گے سو اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح اُس وقت تک جیتا رہے جب تک کہ تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں۔

اما الجواب (حضور نے فرمایا) پس واضح ہو کہ سائل کو یہ دھوکہ لگا ہے کہ اُس نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا ہے۔ آیت فرقانی کا یہ منشاء ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب کے فرقوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کر لیں کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنے ہیں جیسا کہ سائل سمجھا ہے تو اِس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح سے اُس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو جس قدر اہل کتاب دُنیا میں گذرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں حالانکہ یہ خیال بہ بداہت باطل ہے ہر یک شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں اور خدا جانے آئندہ بھی کس قدر کفران کی وجہ سے اُس آتشی تنور میں پڑیں گے اگر خدائے تعالیٰ کا یہ منشاء ہوتا کہ وہ تمام اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونے کے وقت اس پر ایمان لاویں گے تو وہ اُن سب کو اس وقت تک زندہ رکھتا جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتا لیکن اب مرنے کے بعد اُن کا ایمان لانا کیونکر ممکن ہے۔

بعض لوگ نہایت تکلف اختیار کر کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت خدائے تعالیٰ اُن سب

اہل کتاب کو پھر زندہ کرے جو مسیح کے وقت بعث سے مسیح کے دوبارہ نزول تک کفر کی حالت میں مر گئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو کوئی کام خدائے تعالیٰ سے غیر ممکن نہیں لیکن زیر بحث تو یہ امر ہے کہ کیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ان خیالات کا کچھ نشان پایا جاتا ہے اگر پایا جاتا ہے تو کیوں وہ پیش نہیں کیا جاتا۔

بعض لوگ کچھ شرمندے سے ہو کر دبی زبان یہ تاویل پیش کرتے ہیں۔ کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آویں گے اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنوں کی فوج میں داخل ہو جائیں گے لیکن یہ خیال بھی ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں اول تو آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو علاوہ اس کے یہ معنے بھی جو پیش کیے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ باواز بلند بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہیں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے اور کچھ ضرور نہیں کہ ہم بار بار اُن حدیثوں کو نقل کریں اسی رسالہ میں اپنے موقعہ پر دیکھ لینا چاہیئے ماسوا اس کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ مسلّمہ ہے کہ دجّال بھی اہل کتاب میں سے ہی ہوگا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا اب میں اندازہ نہیں کر سکتا کہ اس خیال کے پیرو ان حدیثوں کو پڑھ کر کس قدر شرمندہ ہوں گے یہ بھی مانا گیا اور مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ جائیں گے جن پر قیامت آئے گی اگر کوئی کافر نہیں رہے گا تو وہ کہاں سے آ جائے گی۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۶۶-۳۶۹)

اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ پیشگوئی کی صورت پر نہیں جیسا کہ ہمارے بھائی مولوی صاحبان جو بڑے علم کا دم مارتے ہیں خیال کر رہے ہیں بلکہ یہ تو اُس واقعہ کا بیان ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھا یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے خیالات کی جو اس وقت حالت تھی خدائے تعالیٰ اتماماً للحجت انہیں سُنا رہا ہے اور اُن کے دلوں کی حقیقت اُن پر ظاہر کر رہا ہے۔ اور اُن کو ملزم کر کے انہیں یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو مقابل پر آ کر صاف طور پر دعویٰ کرو کہ یہ خبر غلط بتائی گئی ہے اور ہم لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ یقینی طور پر سمجھ بیٹھے ہیں کہ سچ مچ مسیح مصلوب ہو گیا ہے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ آخر آیت میں جو یہ لفظ واقعہ ہے کہ قَبْلَ مَوْتِهٖ اس کلام سے اللہ جلّ شانہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص مسیح کی عدم مصلوبیت سے یہ نتیجہ نہ نکال لیوے کہ چونکہ مسیح صلیب کے ذریعہ سے مارا نہیں گیا اس لیے وہ مرا بھی نہیں سو بیان فرما دیا کہ یہ تمام حال تو قبل از موت طبعی ہے اس لیے اُس موت کی نفی نہ نکال لینا جو بعد اس کے طبعی طور پر مسیح کو پیش آ گئی گویا اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ ہمارے اس بیان پر بالاتفاق ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح یقینی طور پر صلیب کی موت سے نہیں مرا صرف شکوک و شبہات ہیں سو قبل اس کے جو وہ لوگ مسیح کی موت طبعی پر ایمان لاویں جو در حقیقت

واقعہ ہوگئی ہے اُس موت کے مقدمہ پر اُنہیں ایمان ہے کیونکہ جب مسیح صلیب کی موت نہیں مرا جس سے یہود اور نصاری اپنے اپنے اغراض کی وجہ سے خاص خاص نتیجے نکالنے چاہتے تھے تو پھر اُس کی طبعی موت پر بھی ایمان لانا اُن کے لیے ضروری ہے کیونکہ پیدائش کے لیے موت لازمی ہے۔ سو قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے کہ قَبْلَ اِیْمَانِہٖ بِمَوْتِہٖ۔

اور دوسرے طور پر آیت کے یہ بھی معنے ہیں کہ مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک و شبہ کے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں پس ان معنوں کی رو سے بھی قرآن کریم بطور اشارۃ النص مسیح کے فوت ہو جانے کی شہادت دے رہا ہے۔

(ازالہ اوہام حصہ اول صـ ۳۸۳-۳۸۵)

بعض نافہم مولوی بطور جرح یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کی یہ علامت لکھی ہے کہ دجال معہود کو وہ قتل کریگا اور تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں گے اور اس خیال کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ مسیح کے نزول کے وقت تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو پھر ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ دجّال کفر کی حالت میں ہی قتل کیا جائے گا۔ ماسوا اس کے مُسلم کی حدیث میں صاف لکھا ہے کہ دجّال کے ساتھ ستر ہزار اہل کتاب شامل ہو جائیں گے اور اکثر کی اُن میں سے کفر پر موت ہوگی اور مسیح کی وفات کے بعد بھی اکثر لوگ کافر اور بے دین باقی رہ جائیں گے جن پر قیامت آئے گی اور قرآن کریم بھی صریح اور صاف طور پر اس پر شہادت دیتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ...... میں تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر یعنی یہود پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔[1] پس اِس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے دن تک یہود کی نسل تھوڑی بہت باقی رہ جائے گی اور پھر فرماتا ہے کہ اَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[2] یعنی ہم نے یہود اور نصاری میں قیامت کے دن تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے اِس آیت سے بھی صاف طور پر ثابت ہے کہ یہودی قیامت کے دن تک رہیں گے کیونکہ اگر وہ پہلے ہی حضرت عیسٰی پر ایمان لے آئیں گے تو پھر سلسلہ عداوت اور بغض کا قیامت تک کیونکر ممتد ہوگا لہذا ماننا پڑا کہ ایسا خیال کہ حضرت مسیح کے نزول کی یہ علامت ہے کہ تمام اہل کتاب اُس پر ایمان لے آئیں گے صریح نص قرآن اور حدیث سے مخالف ہے۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم صـ ۴۳۷-۳۹)

اگر فرض کے طور پر یہ مان لیا جائے کہ آیت موصوفہ میں لفظ لَیُؤْمِنَنَّ استقبال کے ہی معنے رکھتا ہے پھر بھی کیونکر یہ آیت مسیح کی زندگی پر قطعیۃ الدلالت ہو سکتی ہے کیا استقبالی طور پر یہ دوسرے معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائیگا دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے اِلَّا لَیُؤْمِنُنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح ابن مریم پر ایمان لے آئیں گے اب دیکھئے کہ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر جو آپ حضرت مسیح کی طرف پھیرتے تھے دوسری

---

[1] آل عمران آیت ۵۶ ۔ [2] المائدہ آیت ۱۵ ۔

قرأت سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مسیح کی طرف نہیں بلکہ اہل کتاب کے فرقہ کی طرف پھرتی ہے آپ جانتے ہیں کہ قرأت غیر متواترہ بھی حکم حدیث احاد کا رکھتی ہے اور آیات کے معنوں کے وقت ایسے معنے زیادہ تر قبول کے لائق ہیں جو دوسری قرأت کے مخالف نہ ہوں اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ یہ آیت جس کی دوسری قرأت آپ کے خیال کو بکلی باطل ٹھہرا رہی ہے کیونکر قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے۔

ماسوا اس کے...... ہر ایک جگہ اور ہر ایک مقام میں نون ثقیلہ کے ملانے سے مضارع استقبال نہیں بن سکتا۔ قرآن کریم کے لیے قرآن کریم کی نظیریں کافی ہیں اگرچہ یہ سچ ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم کے مضارعات پر جب نون ثقیلہ ملا ہے تو وہ استقبال کے معنوں پر مستعمل ہوئے ہیں۔ لیکن بعض جگہ ایسی بھی ہیں کہ حال کے معنے قائم رہے ہیں یا حال اور استقبال بلکہ ماضی بھی اشتراکی طور پر ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ کی طرح مراد لیے گئے ہیں یعنی ایسا سلسلہ جو حال یا ماضی سے شروع ہوا اور استقبال کی انتہا تک بلا انقطاع برابر چلا گیا۔ (الحق دہلی ص۳۲)

فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنے کیے جائیں کہ حضرت عیسٰی کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھا دیں کہ یہ معنے کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے نزول کے بعد ہزارہا لوگ کفر کی حالت میں مریں گے اب اگر آپ ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مومن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعوے پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے حدیث میں تو صرف کفر پر مرنا اُن کا لکھا ہے یہ آپ نے کہاں سے اور کس جگہ سے نکال لیا ہے کہ کفر پر تو مریں گے مگر اُن کو حضرت عیسٰی کی رسالت پر یقین ہو گا اور کس نص قرآن یا حدیث سے آپ کو معلوم ہوا کہ اس جگہ ایمان سے مراد حقیقی ایمان نہیں بلکہ یقین مراد ہے ظاہر لفظ ایمان کا حقیقی ایمان پر دلالت کرتا ہے اور صرف عن الظاہر کے لیے کوئی قرینہ آپ کے پاس چاہیئے۔ جبکہ لفظ لفظ آیت میں یہ شبہات ہیں تو پھر آیت قطعیۃ الدلالت کیونکر ہوئی۔ اگر آپ لیومنن سے بغیر کسی قرینہ کے مجازی ایمان مراد لیں گے تو آپ کے مخالف کا حق ہو گا کہ وہ حقیقی معنے مراد لیوے۔ آپ کو سوچنا چاہیئے کہ ایسے ایمان سے فائدہ ہی کیا ہے اور مسیح کی خصوصیت کیا ٹھہری ایسا تو ہر ایک نبی کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے کہ بدبخت لوگ زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں اور دل سے یقین کر جاتے ہیں...... آیت کے یہ معنی ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آویگا کہ اس زمانہ کے اہل کتاب اُن پر ایمان لے آویں گے اور اس زمانہ سے پہلے کفر پر مرنیوالے کفر پر مریں گے...... اَن کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو یہ لفظ بیکار اور غیر موثر ٹھہرتا ہے۔ (الحق دہلی ص۳۵-۳۶)

میں ثابت کرتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت نحویوں کا یہی مذہب ہے کہ نون ثقیلہ سے مضارع خالص مستقبل کے معنوں میں آجاتا ہے اور کبھی اور کسی مقام اور کسی صورت میں اس کے برخلاف نہیں ہوتا تو انہوں نے سخت غلطی کی ہے قرآن کریم

اُن کی غلطی ظاہر کر رہا ہے اور اکابر صحابہ اُس پر شہادت دے رہے ہیں حضرت انسانوں کی اور کوششوں کی طرح نحویوں کی کوششیں بھی خطا سے خالی نہیں آپ حدیث اور قرآن کو چھوڑ کر کس جھگڑے میں پڑ گئے۔ اور اس خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی کہ وہ سب تفسیر آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ میں غلطی کرتے رہے ابھی میں انشاءاللہ القدیر آپ پر ثابت کرونگا کہ آیت لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ آپ کے معنوں پر اس صورت میں قطعیۃ الدلالت ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی قطعیۃ الجہالت ہونے پر فتویٰ لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اُن میں داخل کر دیا جائے ورنہ آپ کبھی اور کسی صورت میں قطعیۃ کا فایدہ حاصل نہیں کر سکتے اور کوئی تقویٰ شعار علماء میں سے اس قطعیۃ کے دعویٰ میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوگا اور کیونکر شریک ہو۔ شریک تو تب ہو کہ بہت سے بزرگوں اور صحابہ کو جاہل قرار دیوے اور نبی صلعم پر بھی اعتراض کرے۔ سبحانہ ھذا بہتان عظیم۔

اب میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ کے نزول کے لیے قطعیۃ الدلالت قرار دیا ہے یا کچھ اور ہی معنے لکھے ہیں۔ سو واضح ہو کہ کشاف صفحہ ۱۹۹ میں لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے۔ جُمْلَۃٌ قَسَمِیَّۃٌ وَّاقِعَۃٌ صِفَۃً لِمَوْصُوْفٍ مَحْذُوْفٍ تَقْدِیْرُہٗ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اَحَدٌ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِعِیْسٰی وَبِاَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ یَعْنِیْ اِذَا عَایَنَ قَبْلَ اَنْ تَزْھَقَ رُوْحُہٗ حِیْنَ لَا یَنْفَعُہٗ اِیْمَانُہٗ لِاِنْقِطَاعِ وَقْتِ التَّکْلِیْفِ وَعَنْ شَھْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لِی الْحُجَّاجُ اٰیَۃٌ مَّا قَرَأْتُھَا اِلَّا تَخَالَجَ فِیْ نَفْسِیْ شَیْءٌ مِّنْھَا یَعْنِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اِنِّیْ اَضْرِبُ عُنُقَ الْاَسِیْرِ مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی۔ فَلَا اَسْمَعُ مِنْہُ ذٰلِکَ فَقُلْتُ اِنَّ الْیَھُوْدِیَّ اِذَا حَضَرَہُ الْمَوْتُ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ دُبُرَہٗ وَوَجْھَہٗ وَقَالُوْا یَا عَدُوَّ اللّٰہِ اَتَاکَ عِیْسٰی نَبِیًّا فَکَذَّبْتَ بِہٖ فَیَقُوْلُ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ عَبْدٌ نَّبِیٌّ وَتَقُوْلُ لِلنَّصْرَانِیِّ اَتَاکَ عِیْسٰی نَبِیًّا فَزَعَمْتَ اَنَّہُ اللّٰہُ اَوِ ابْنُ اللّٰہِ فَیُؤْمِنُ اَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ فَسَّرَہٗ کَذٰلِکَ فَقَالَ لَہٗ عِکْرَمَۃُ فَاِنْ اَتَاہُ رَجُلٌ فَضَرَبَ عُنُقَہٗ۔ قَالَ لَا تَخْرُجُ نَفْسُہٗ حَتّٰی یُحَرِّکَ بِھَا شَفَتَیْہِ قَالَ عِکْرَمَۃُ وَاِنْ خَرَّ مِنْ فَوْقِ بَیْتٍ اَوِ احْتَرَقَ اَوْ اَکَلَہٗ سَبُعٌ قَالَ یَتَکَلَّمُ بِھَا فِی الْھَوَاءِ وَلَا تَخْرُجُ رُوْحُہٗ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِہٖ وَتَدُلُّ عَلَیْہِ قِرَاءَۃُ اُبَیٍّ اِلَّا لَیُؤْمِنُنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ بِضَمِّ النُّوْنِ عَلٰی مَعْنٰی وَاِنْ مِّنْھُمْ اَحَدٌ اِلَّا لَیُؤْمِنُوْنَ قَبْلَ مَوْتِھِمْ۔ قِیْلَ الضَّمِیْرَانِ لِعِیْسٰی یَعْنِیْ وَاِنْ مِّنْھُمْ اَحَدٌ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی وَھُمْ اَھْلُ الْکِتٰبِ الَّذِیْنَ یَکُوْنُوْنَ فِیْ زَمَانِ نُزُوْلِہٖ رُوِیَ اَنَّہٗ یَنْزِلُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ فَلَا یَبْقٰی اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا یُؤْمِنُ بِہٖ حَتّٰی تَکُوْنَ الْمِلَّۃُ وَاحِدَۃً وَّھِیَ مِلَّۃُ الْاِسْلَامِ وَقِیْلَ الضَّمِیْرُ فِیْ بِہٖ یَرْجِعُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَقِیْلَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ یعنی لیؤمنن بہ جملہ قسمیہ ہے اور آیت موصوف محذوف کے لیے صفت ہے اور محذوف کو ملانے کے ساتھ

اصل عبارت یوں ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسٰی پر ایمان نہ لاوے اور نیز اس بات پر ایمان لاوے کہ وہ اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہے یعنی جس وقت جان کندن کا وقت ہو جب کہ ایمان بوجہ انقطاع وقت تکلیف کے کچھ نفع نہیں دیتا۔ اور شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ مجھے حجاج نے کہا کہ ایک آیت ہے کہ جب کبھی میں نے اُس کو پڑھا۔ تو اُس کی نسبت میرے دل میں ایک خلجان گذرا یعنی یہی آیت اور خلجان یہ ہے کہ مجھے کتابی اسیر قتل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اور میں یہود یا نصاری کی گردن مارتا ہوں اور میں اُس کے مرنے کے وقت یہ نہیں سنتا کہ میں عیسٰی پر ایمان لایا۔ ابن حوشب کہتا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودیوں پر جان کندن کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر اور پیچھے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تیرے پاس عیسٰی نبی آیا اور تو نے اُس کی تکذیب کی پس وہ کہتا ہے کہ اب میں عیسٰی پر ایمان لایا کہ وہ بندہ اور پیغمبر ہے اور نصرانی کو فرشتے کہتے ہیں کہ تیرے پاس عیسٰی نبی آیا اور تو نے اُس کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا تب وہ کہتا ہے کہ اب میں نے قبول کیا کہ وہ خدا کا بندہ اور رسول ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اس نے ایک موقعہ پر یہی تفسیر کی تب عکرمہ نے اس کو کہا کہ اگر ناگاہ کسی شخص کی گردن کاٹ دی جائے تو کس وقت اور کیونکر وہ عیسٰی کی نبوت کا اقرار کریگا تب ابن عباس نے کہا کہ اس کی اس وقت تک جان نہیں نکلے گی جب تک اس کے لبوں پر کلمہ اقرار نبوت مسیح کا جاری نہ ہووے پھر عکرمہ نے کہا کہ اگر وہ گھر کی چھت پر سے گرے یا جل جائے یا کوئی درندہ اس کو کھالیوے تو کیا پھر بھی اقرار نبوت عیسٰی کا اُس کو موقعہ ملیگا تب ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ گرتے گرتے ہوا میں یہ اقرار کر دے گا۔ اور جب تک یہ اقرار نہ کر لے تب تک اُس کی جان نہیں نکلے گی اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرأت ابی بن کعب کی الا لیومننّ بہ قبل موتھم بضمّ النون یعنی دوسری قرأت میں بجائے قبل موتہ کے قبل موتھم لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسٰی کی طرف۔ اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں بہ اور موتہ کی حضرت عیسٰی کی طرف پھرتی ہیں جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسٰی کے نزول کے بعد تمام اہل کتاب اُن کی نبوت پر ایمان لے آویں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف پھرتی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضمیر بہ کی پھرتی ہے۔

پھر نووی میں عبارت لکھی ہے ذَهَبَ كَثِيْرُوْنَ بَلِ الْاَكْثَرُوْنَ اِلٰى اَنَّ الضَّمِيْرَ فِيْ اٰيَةِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ يَعُوْدُ اِلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ وَيُؤَيِّدُ هٰذَا اَيْضًا قِرَاءَةُ مَنْ قَرَأَ قَبْلَ مَوْتِهِمْ۔ یعنی بہت سے لوگ بلکہ نہایت کثرت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ آیت الا لیومننّ بہ میں بہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی مؤید قرأت قبل موتھم ہے۔

پھر تفسیر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے والمعنی ما من الیھود والنصاری احد الا لیومننّ قبل موتہ بعیسی وبانہ عبد اللہ ورسولہ وروی ان الضمیر فی بہ یرجع الی اللہ او الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والضمیر الثانی الی الکتابی یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاری میں سے ایسا کوئی

نہیں کہ جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور اس کی رسالت اور عبدیت کو قبول نہ کرے اور یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی اللہ کی طرف پھرتی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے ایسا ہی بیضاوی میں زیر آیت لیؤمنن بہ یہ تفسیر کی ہے والمعنی ما من الیھود والنصاری احد الا لیومنن بان عیسی عبد اللہ ورسولہ قبل ان یموت ولوید ذالك ان قری الا لیومنن بہ قبل موتھم وقیل الضمیران لعیسی یعنی اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے اور قبل موتہم کی قراءت انہیں معنوں کی مؤید ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں۔

اور تفسیر مظہری کے صفحہ ۷۳۱ اور ۷۳۲ میں زیر آیت موصوفہ یعنی لیؤمنن بہ کے لکھا ہے۔ روی عن عکرمہ ان الضمیر فی بہ یرجع الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقیل راجعۃ الی اللہ عزوجل والمآل واحد فان الایمان باللہ لا یعتد مالم یومن بجمیع رُسلہ والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم یستلزم الایمان بعیسی علیہ السلام۔ قبل موتہ۔ ای قبل موت ذالك الاحد من اھل الکتاب عند معائنۃ ملائکۃ العذاب عند الموت حین لا ینفعہ ایمانہ ھذا روایۃ علی بن طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فقیل لابن عباس ارئیت ان خر من فوق بیت قال یتکلم فی الھواء فقیل ارئیت ان ضرب عنقہ قال تلجلج لسانہ والحاصل انہ لا یموت کتابی حتی یومن باللہ عزوجل وحدہٗ لاشریك لہ وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عبدہٗ ورسولہ وان عیسی عبد اللہ ورسولہ قبل یومن الکتابی فی حین من الاحیان ولو عند معائنۃ العذاب۔ وقال الضمیران لعیسی والمعنی انہ اذا نزل امن بہ اھل الکتاب اجمعون ولا یبقی احد الا لیومنن بہ وھذا التاویل مروی عن ابی ھریرۃ لکن کونہ مستفاداً من ھذہ الایۃ وتاویل الایۃ بارجاع الضمیر الثانی الی عیسے ممنوع انما ھو زعم من ابی ھریرۃ لیس ذالك فی شئ من الاحادیث المرفوعۃ وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ سواء کان ھذا الحکم خاصاً بھم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولاوجہ لان یراد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام فالتاویل الصحیح ھو الاول ولیؤیّدہ قراءۃ ابی بن کعب اخرج ابن المنذر عن ابی ھاشم وعروۃ قال فی مصحف ابی بن کعب وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتھم۔

ترجمہ عکرمہ سے روایت ہے آیت لیؤمنن بہ میں۔ بہ کی ضمیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی طرف راجع ہے اور مآل واحد ہے کیونکہ ایمان باللہ معتبر نہیں جب تک تمام رسولوں پر ایمان نہ لائے اور محمد مصطفےٰ صلعم پر ایمان لانا عیسیٰ پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ اور قبل موتہ کی یہ تفسیر ہے کہ ہر ایک کتابی اپنی موت سے پہلے عذاب کے فرشتوں کے دیکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائے گا جبکہ اس کو ایمان کچھ

فائدہ نہیں دیگا۔ یہ علی بن طلحہ کی روایت ابن عباس ہے رضی اللہ عنہما۔ علی بن طلحہ کہتا ہے کہ ابن عباس کو کہا گیا۔ کہ اگر کوئی چھت پر سے گر پڑے تو پھر وہ کیونکر ایمان لائے گا ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ ہوا میں اس اقرار کو ادا کریگا پھر پوچھا گیا کہ اگر کسی کی گردن ماری جائے تو وہ کیونکر ایمان لاوے گا تو ابن عباس نے کہا کہ اس وقت بھی اس کی زبان میں اقرار کے الفاظ جاری ہو جائیں گے حاصل کلام یہ کہ کتابی نہیں مریگا۔ جب تک اللہ جل شانہ۔ اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسٰی پر ایمان نہ لاوے۔ بعض کہتے ہیں کہ کتابی فی حین من الاحیان ایمان لائے گا۔ اگرچہ عذاب کے معائینہ کے وقت ہو اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں ضمیریں عیسٰی کی طرف پھرتی ہیں۔ اور یہ معنے لیتے ہیں کہ جب عیسٰی نازل ہوگا تو تمام اہل ملل اُس پر ایمان لے آئیں گے اور کوئی منکر باقی نہ رہے گا اور یہ تاویل ابوہریرہ سے مروی ہے لیکن آیت لیومنن بہ سے یہ معنے جو ابوہریرہ نے خیال کیے ہیں ہرگز نہیں نکلتے اور قبل موتہ کی ضمیر عیسٰی کی طرف کسی طرح پھر نہیں سکتی یہ صرف ابوہریرہ کا گمان ہے احادیث مرفوعہ میں اس کا کوئی اصل صحیح نہیں پایا جاتا اور کیونکر یہ تاویل صحیح ہو سکتی ہے باوجودیکہ کلمہ ان موجودین کو بھی تو شامل ہے یعنی ان اہل کتاب کو جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تھے۔ خواہ یہ کلمہ انہیں سے خاص ہو یا خاص نہ ہو لیکن حقیقت کلام کا مصداق ٹھہرانے کے لیے حال سب زمانوں سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے اور کوئی وجہ اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ کیوں وہی اہل کتاب خاص کیے جائیں جو حضرت عیسٰی کے نزول کے وقت موجود ہوں گے پھر صحیح تاویل وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی ضمیر بہ کی عیسٰی کی طرف نہیں پھرتی بلکہ کتابی کی طرف پھرتی ہے اور اسی کی قرأت ابی بن کعب موید ہے جس کو ابن المنذر نے ابی ہاشم سے لیا ہے اور نیز عروہ سے بھی۔ اور وہ قرأت یہ ہے۔ وان من اھل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتہم۔ یعنی اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسٰی پر ایمان لاویں گے۔ اسی کے قریب قریب ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور فتح البیان و معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے۔ اب دیکھیے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس اور علی بن طلحہ رضی اللہ عنہم یہی تاویل لیومنن بہ کی کرتے ہیں کہ پہلی ضمیر محمد مصطفٰے صلعم اور عیسٰی کی طرف پھرتی ہے اور دوسری ضمیر قبل موتہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اور قرأت قبل موتہم کس قدر وثوق سے ثابت ہوتی ہے پھر باوجودیکہ یہ تاویل صحابہ کرام کی طرف سے ہے اور بلا شبہ قرأت شاذہ حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے مگر آپ اس کو نظر انداز کر کے اور نحوی قواعد کو اپنے زعم میں اس کے مخالف سمجھ کر تمام بزرگ اور اکابر قوم اور صحابہ کرام کی صریح ہجو اور توہین کر رہے ہیں گویا آپ کے نحوی قواعد کی صحابہ کو بھی خبر نہیں تھی اور ابن عباس جیسا صحابی جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فہم قرآن کی دعا بھی ہے وہ بھی آپ کے ان عجیب معنوں سے بے خبر رہا آپ پر قرأت قبل موتہم کا بھی وثوق کھل گیا ہے اب فرض کے طور پر اگر قبول کرلیں کہ ابن عباس اور علی بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کے سمجھنے میں خطا پر تھے اور قرأت ابی بن کعب بھی یعنی قبل موتہم۔ کامل درجہ پر ثابت نہیں۔ تو کیا آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت ہونے آیت لیومنن بہ پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا۔ کیا وہ دعوی جس کے مخالف صحابہ کرام بلند آواز سے شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں بالاتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں اب تک

قطعیۃ الدلالت ہے۔ یَا اَخِیْ اِتَّقِ اللہَ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا[1] اور جب ان روایتوں کے ساتھ وہ روائتیں بھی ملا دیں جن میں انی متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں جیسے ابن عباس کی روایت اور وہب اور محمد بن اسحاق کی روایت کے کوئی ان میں سے عام طور پر حضرت مسیح کی موت کا قائل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ تین گھنٹہ تک مر گئے تھے اور کوئی سات گھنٹہ تک اُن کی موت کا قائل ہے اور کوئی تین دن تک جیسا کہ فتح البیان اور معالم التنزیل اور تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر سے ظاہر ہے تو پھر اس صورت میں اس وہم کی اور بھی بیخ کنی ہوتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے غرض آپ کا نور قلب شہادت دے سکتا ہے کہ جس قدر میں نے لکھا ہے آپ کے دعوے قطعیۃ الدلالت کے توڑنے کے لیے کافی ہے قطعیۃ الدلالت اُس کو کہتے ہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال پیدا نہ ہو سکے مگر آپ جانتے ہیں کہ اکابر صحابہ اور تابعین کے گروہ نے آپ کے معنے قبول نہیں کیے اور مفسرین نے جابجا اس آپ کی تاویل کو قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے۔ عام رائے تفسیروں کی یہی پائی جاتی ہے کہ قرأت قبل موتہم کے موافق معنے کرنے چاہیئے اور ضمیر بہ کا نہ صرف عیسٰی کی طرف بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہ کی پھیرتے ہیں۔ اب آپ کی رائے کی قطعیت کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔

(الحق دہلی ص۵۴-۶۰)

مولوی صاحب (مولوی محمد بشیر صاحب) اس آیت کو حضرت عیسٰی کی جسمانی زندگی پر قطعیۃ الدلالت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کے قطعی طور پر یہی معنے ہیں کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں کہ جو عیسٰی پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔ اور چونکہ اب تک تمام اہل کتاب کیا عیسائی اور کیا یہودی حضرت عیسٰی پر سچا اور حقیقی ایمان نہیں لائے بلکہ کوئی اُن کو خدا قرار دیتا ہے اور کوئی اُن کی نبوت کا منکر ہے اس لیے ضروری ہے کہ حسب منشاء اس آیت کے حضرت عیسٰی کو اُس زمانہ تک زندہ تسلیم کر لیا جائے جب تک کہ سب اہل کتاب اُس پر ایمان لے آویں۔ مولوی صاحب اس بات پر حد سے زیادہ ضد کر رہے ہیں کہ ضرور یہ آیت موصوفہ بالا حضرت مسیح کی جسمانی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح معنے اس کے ہیں کسی دوسرے معنے کا احتمال اس میں ہرگز نہیں اور اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ گو بعض صحابہ اور تابعین اور مفسرین نے اور بھی کتنے معنے اس آیت کے کیے ہیں مگر وہ معنے صحیح نہیں ہیں۔ کیوں صحیح نہیں ہیں؟ اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اس جگہ لَیُؤْمِنَنَّ کا صیغہ نون ثقیلہ کے لگنے کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے اور خالص استقبال کے معنے صرف اسی طریق بیان سے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسٰی کا کسی آیندہ زمانہ میں نازل ہونا قبول کر کے پھر اس زمانہ کے اہل کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب کے سب حضرت عیسٰی پر ایمان لے آویں گے اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اس کے مخالف معنے کیے ہیں اور قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے یہ معنے ان کی نحو کے اجماعی قاعدہ کے مخالف ہیں۔ کیوں مخالف ہیں؟ اس وجہ سے کہ ایسے معنوں کے کرنے سے

[1] بنی اسرائیل آیت ۳۷۔

لفظ لیؤمنن کا خالص استقبال کے لیے مخصوص نہیں رہتا۔ سو مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور اُبّی ابن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے تھے اور نحو کے وہ اجماعی قواعد جو مولوی صاحب کو معلوم ہیں انہیں معلوم نہیں تھے اس لیے وہ ایسی صریح غلطی میں ڈوب گئے جو انہیں وہ قاعدہ یاد نہ رہا جس پر تمام نحویوں کا اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا بلکہ انہوں نے اپنی زبان کا قدیمی محاورہ بھی چھوڑ دیا جس کی پابندی طبعاً اُن کی فطرت کے لیے لازم تھی۔ ناظرین برائے خدا غور فرماویں کہ کیا مولوی صاحب اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباس جیسے جلیل الشان صحابی کو نحوی غلطی کا الزام دیویں اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے جس کے رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباس کے وہ معنے اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں جن کی تائید میں ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے یعنی قَبْلَ مَوْتِهِمْ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افترا ہے پس وہ کیا ابن عباس کے معنوں کو ترجیح دینے کے لیے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ ابن عباس کے یہ معنے نحوی قاعدہ کے مخالف ہیں اور قرأت قَبْلَ مَوْتِهِمْ کسی راوی کا افترا ہے۔ ابن عباس اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مولوی صاحب یا کسی اور کا حق ہے کہ اُن بزرگوں پر ایسا الزام رکھ سکے جن کے گھر سے ہی نحو نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ نحو کو اُن کے محاورات اور اُن کے فہم کی تابع ٹھہرانا چاہیئے نہ کہ اُن کی بول چال اور اُن کے فہم کا محک اپنی خود تراشیدہ نحو کو قرار دیا جائے۔

اب اگر مولوی صاحب اپنی ضد کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے اور ابن عباس اور عکرمہ کو نحو کے اجماعی قاعدہ سے بے خبر ٹھہراتے ہیں اور قرأت اُبّی ابن کعب کو بھی جو قَبْلَ مَوْتِهِمْ ہے بکلّی مردود اور متحقق الافترا خیال کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ صرف اُن کے دعوے سے ہی یہ اُن کا بہتان قابل تسلیم نہیں ٹھہر سکتا بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالت بنانا چاہتے ہیں تو اُن پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کرلیں۔ کیونکہ جب تک ابن عباس اور عکرمہ کے مخالفانہ معنوں میں احتمالِ صحت باقی ہے اور ایسا ہی گو حدیث قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب ضعیف ہے مگر احتمال صحت رکھتی ہے تب تک مولوی صاحب کے معنے باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔

ناظرین آپ لوگ خود سوچ لیں کہ قطعی معنے تو اُنہی معنوں کو کہا جاتا ہے جن کی دوسری وجوہ سرے سے پیدا نہ ہوں یا پیدا تو ہوں لیکن قطعیت کا مدعی دلائل شافیہ سے اُن تمام مخالف معنے کو توڑ دے لیکن مولوی صاحب نے اب تک ابن عباس اور عکرمہ کے معنوں اور قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی قرأت کو توڑ کر نہیں دکھلایا۔ اُن کا توڑنا تو صرف ان دو باتوں میں محدود تھا اول یہ کہ مولوی صاحب صاف بیان سے اس بات کو ثابت کر دیتے کہ ابن عباس اور عکرمہ ان کے اجماعی قاعدہ نحو سے بکلی بے خبر اور غافل تھے اور انہوں نے سخت غلطی کی کہ اپنے بیان کے وقت نحو کے قواعد کو نظر انداز کر دیا۔

دوسرے مولوی صاحب پر یہ بھی فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح افترا ثابت کرتے اور یہ ثابت کرکے دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے۔ مجرد ضعف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الائمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بباعث بعض راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں؟ اور کیا وہ محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں۔

ناظرین متوجہ ہو کر سنو اب میں اس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہوں کہ اگر فرض کے طور پر ابن عباس اور عکرمہ اور مجاہد اور ضحاک وغیرہ کے معنے جو مخالف مولوی صاحب کے معنوں کے ہیں غلط ٹھہرائے جاویں اور قبول کیا جاوے کہ یہ تمام اکابر اور بزرگ مولوی صاحب کے اجماعی قاعدہ نحو سے عمداً یا سہواً باہر چلے گئے تو پھر بھی مولوی صاحب کے معنے قطعیۃ الدلالت نہیں ٹھہر سکتے۔ کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟ اس کی وجوہ ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) اول یہ کہ مولوی صاحب کے ان معنوں میں کئی امور ہنوز قابل بحث ہیں جن کا وہ یقینی طور پر فیصلہ نہیں کر سکے اور نہ اُن کا ایک ہی معنوں پر قطعیۃ الدلالت ہونا بپایۂ ثبوت پہنچا چکے ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ اہل الکتاب کا لفظ اکثر قرآن کریم میں موجودہ اہل کتاب کے لیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے اور ہر یک ایسی آیت کا جس میں اہل کتاب کا ذکر ہے وہی مصداق اور شان نزول قرار دیئے گئے ہیں۔ پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اُس دوسرے معنے ابن عباس اور عکرمہ کی کونسی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کونسی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالت اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اُس زمانہ نامعلوم کے اہل کتاب ہیں جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسٰی پر ایمان لے آئیں گے۔

ازاں جملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے تعیین مرجع لیؤمنن بہ میں کوئی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔ کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے اور یہ روایت قوی ہے۔ کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔ ہاں خاتم الانبیا پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ پس اگر حضرت عیسٰی کو بہ کے ضمیر کا مرجع ٹھہرایا جائے تو اس کا فساد ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اہل کتاب شرک سے توبہ کر کے صرف حضرت عیسٰی کی رسالت اور عبدیت کا قائل ہو لیکن ساتھ اس کے ہمارے سید و مولی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے قطعاً منکر ہو تو کیا وہ اسی ایمان سے نجات پا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ ضمیر بہ کی حضرت عیسٰی کی طرف آپ کے معنوں کی رو سے کیونکر پھر سکتی ہے۔ اگر یہ تثنیہ کی ضمیر ہوتی تو ہم یہ خیال کر لیتے کہ اس میں حضرت عیسٰی بھی داخل ہیں لیکن ضمیر تو واحد کی ہے صرف ایک کی طرف پھرے گی۔ اور اگر وہ ایک بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے کوئی دوسرا ٹھہرایا جائے تو معنے فاسد ہوتے ہیں۔ لہذا بالضرورت ماننا پڑا۔ کہ اس ضمیر کا مرجع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس صورت میں موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری جائے گی۔

اگر آپ اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ ایسے معنوں سے لیؤمنن کا لفظ استقبال کے خالص معنوں میں کیونکر رہے گا۔ تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ جیسے آپ کے معنوں میں رہا ہوا ہے۔ اس وقت ذرہ آپ متوجہ ہو کر بیٹھ جائیں اور اُس قادر سے مدد چاہیں جو سینوں کو کھولتا اور دلوں میں سچائی کا نور نازل کرتا ہے۔ حضرت سنیئے آپ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ایک زمانہ قبل موت عیسیٰؑ کے ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور بموجب روایت عکرمہ برعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنے ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔

جس ایمان کی طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا اُنہیں نصیب ہو جائیگا۔ اب حضرت اللہ جل شانہ سے ڈر کر فرمایئے کہ کیا آپ کے قطعیۃ الدلالت ہونے کا دعوی بالکل نابود ہو گیا۔ یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ آپ خوب سوچ کر اور دل کو تھام کر بیان فرماویں کہ آپ کی طرز تاویل میں کونسی خالص استقبال کی علامت خاص طور پر پائی جاتی ہے جو اس تاویل میں وہ نہیں پائی جاتی۔ ناظرین برائے خدا آپ بھی ذرا سوچیں۔ بہت صاف بات ہے ذرہ توجہ فرماویں۔ اے ناظرین آپ لوگ جانتے ہیں کہ کئی دن سے مولوی صاحب کی یہی بحث لگی ہوئی تھی۔ اور فقط اسی بات پر اُن کی ضد تھی کہ لفظ لیؤمنن لام اور نون ثقیلہ کی وجہ سے خالص استقبال کے معنوں میں ہو گیا ہے۔ اور مولوی صاحب اپنے گمان میں یہ سمجھ رہے تھے کہ خالص استقبال صرف اس طور کے معنے کرنے سے متحقق ہوتا ہے کہ قبل موتہ کی ضمیر مسیح ابن مریم کی طرف پھیریں اور اُس کی حیات کے قائل ہو جائیں۔ اور اب اے بھائیو میں نے ثابت کر کے دکھلا دیا۔ کہ خالص استقبال کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیری جائے بلکہ اس جگہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف ضمیر بہٖ اور ضمیر قبل موتہ پھیرنے سے معنے ہی فاسد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ فقط عیسیٰؑ پر ایمان لانا نجات کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ سچے اور واقعی معنے اس طرز پر یہی ہیں کہ ضمیر بہٖ کی ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیری جائے اور ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں خود حضرت عیسیٰؑ وغیرہ انبیاء سب ہی آجائیں گے۔ ؎

نام احمد نام جملہ انبیا است　　چونکہ صد آمد نود ہم نزد ماست

بھائیو برائے خدا خود سوچ لو کہ ان معنوں میں اور حضرت مولوی صاحب کے معنوں میں خالص مستقبل ہونے میں برابری کا درجہ ہے یا ابھی کچھ کسر باقی ہے۔ بھائیو میں محض للہ آپ لوگوں کے سمجھانے کے لیے پھر دوہرا کر کہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب آیت لیؤمنن بہٖ کے معنے یوں کرتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے سب کے سب اُن پر ایمان لے آئیں گے اور میں حسب روایت حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ معالم وغیرہ

میں لکھا ہے۔ مولوی صاحب کی ہی طرز پر یہ معنے کرتا ہوں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس زمانہ کے سب موجودہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ہمارے نبی کریم صلعم پر ایمان لے آئیں گے۔ بھائیو برائے خدا ذرہ نظر ڈال کر دیکھو۔ کہ کیا خالص استقبال میری تاویل اور مولوی صاحب کی تاویل میں برابر درجہ کا ہے۔ یا ابھی فرق رہا ہوا ہے۔ اب بھائیو انصافاً دیکھو کہ ان معنوں میں بہ نسبت مولوی صاحب کے معنوں کے کس قدر خوبیاں جمع ہیں وہ اعتراض جو مولوی صاحب کی طرز پر ضمیر بہ کے تعین مرجع میں ہوتا تھا۔ وہ اس جگہ نہیں ہو سکتا۔ قرأت شاذہ اس تاویل کی مؤید ہے۔ اور با ایں ہمہ خالص استقبال موجود ہے۔ اب اے حاضرین مبارک۔ مولوی صاحب کے دعوے قطعیّت کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ مگر تعصب اور طرفداری سے خالی ہو کر غور کرنا۔ مولوی صاحب نے اس بحث حیات مسیح کا حصر پانچ دلیلوں پر کیا تھا۔ چار دلیلوں کو تو انہوں نے خود چھوڑ دیا اور پانچویں کو خدا تعالیٰ نے حق کی تائید کر کے نیست و نابود کیا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا[۱] ۔ اب اے حاضرین۔ اے خدا تعالیٰ کے نیک دل بند و سوچکر دیکھو اور ذرہ اپنے فکر کو خرچ کر کے نگاہ کرو۔ کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب کا کیا دعویٰ تھا یہی تو تھا۔ کہ آیت لَیُؤمِنَنَّ بہ کے وہ سچے اور صحیح معنے ٹھہر سکتے ہیں جن میں لفظ لَیُؤمِنَنَّ کو خالص مستقبل ٹھہرایا جائے اور مولوی صاحب نے اپنے مضمون کے صفحوں کے صفحے اسی بات کے ثابت کرنے کے لیے لکھ مارے کہ نون ثقیلہ مضارع کے آخر مل کر خالص مستقبل کے معنوں میں لے آتا ہے اسی دُھن میں مولوی صاحب نے حضرت ابن عباس کے معنوں کو قبول نہیں کیا۔ اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ معنے بھی نحویوں کے اجماعی عقیدہ کے برخلاف ہیں۔ سو ہم نے مولوی صاحب کی خاطر سے ابن عباس کے معنوں کو پیش کرنے سے موقوف رکھا اور روایت عکرمہ کی بنا پر وہ معنے پیش کیے جو خالص مستقبل ہونے میں بکلی مولوی صاحب کے معنوں سے ہم رنگ اور ان نقصوں سے مبرّا ہیں جو مولوی صاحب کے معنوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مسیح پر ایمان لانے کے وقت ہمارے سید و مولا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور اُس کے ضمن میں ہر یک نبی پر ایمان لانا داخل ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ اس ایمان کے لیے حضرت مسیح کو آسمانوں کے دار السرور سے اس دار الابتلا میں دوبارہ لایا جائے۔ مثلاً دیکھیے کہ جو لوگ بقول آپ کے آخری زمانہ میں آنحضرت صلعم پر ایمان لائیں گے۔ یا اب ایمان لاتے ہیں۔ کیا اُن کے ایمان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آویں۔ پس ایسا ہی یقین کیجئے کہ حضرت مسیح پر ایمان لانے کے لیے بھی دوبارہ اُن کا دنیا میں آنا ضروری نہیں اور ایمان لانے اور دوبارہ آنے میں کچھ تلازم نہیں پایا جاتا۔ اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لَیُؤمِنَنَّ بہ کو خواہ نخواہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرنا چاہیں باوجود اس فساد معنے کے جس کا نقصان آپ کی طرف عائد ہے ہماری طرز بیان کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خالص استقبال کے پھر اُس کے یہ معنے ہونگے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ اُس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آویں گے۔ سو یہ معنے بھی خالص استقبال ہونے میں آپ کے معنے کے ہم رنگ ہیں کیونکہ اس میں کچھ شک

[۱] بنی اسرائیل آیت ۸۲ ۔

نہیں کہ ابھی تک وہ زمانہ نہیں آیا جو سب کے سب موجودہ اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہوں۔ لہذا خالص استقبال کے رنگ میں اب تک یہ پیشگوئی موافق ان معنوں کے چلی آتی ہے۔ اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہو گی۔ یہاں تک کہ آپ پیچھا چھوڑا نہیں سکیں گے۔ جن باتوں کو آپ اپنے پرچوں میں قبول کر بیٹھے ہیں۔ اُنہیں کی بنا پر میں نے یہ تطبیق کی ہے۔ اور جس طرز سے آپ نے آخری زمانہ میں اہل کتاب کا ایمان لانا قرار دیا ہے اُسی طرز کے موافق میں نے آپ کو ملزم کیا ہے۔ اور اُسی خالص استقبال کے موافق خالص استقبال پیش کر دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے وقت سے اس آیت کو ذوالوجوہ قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ ابن کثیر نے زیر ترجمہ اس آیت کے یہ لکھا ہے قال ابن جریر اختلف اھل التاویل فی معنی ذالك فقال بعضهم معنی ذالك وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ یعنی قبل موت عیسٰی وقال اخرون یعنی بذالك وان من اهل الکتاب الا لیومنن بعیسٰی قبل موت الکتابی ذکر من کان یوجه ذالك الی انه اذا عاین علم الحق من الباطل۔ قال علی بن ابی طلحه عن ابن عباس فی الایة قال لایموت یهودی حتی یومن بعیسٰی وکذا روی ابوداؤد الطیالسی عن شعبه عن ابی هارون الغنوی عن عکرمة عن ابن عباس فهذه کلها اسانید صحیحة الی ابن عباس وقال اخرون معنی ذالك وان من اهل الکتاب الا لیومنن بمحمدؐ قبل موت الکتابی یعنی اس آیت کے معنے میں اہل تاویل کا اختلاف چلا آیا ہے۔ کوئی ضمیر قبل موته کی عیسٰیؑ کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی کتابی کی طرف اور کوئی بہ کی ضمیر حضرت عیسٰیؑ کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہوں نے بڑی لبسط سے بیان کر دی ہے۔ کہ اس آیت کے معنے اہل تاویل میں مختلف فیہ ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔ (الحق دھلی ص۷۷-۸۴)

ثُمَّ الْقَرِيْنَةُ الثَّانِيَةُ عَلٰى خَطَاءِ...... فِي اٰيَةِ قَبْلَ مَوْتِهِ مَاجَآءَ فِي قِرَاءَةِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَعْنِيْ مَوْتِهِمْ فَاِنَّهٗ يَقْرَءُ هٰكَذَا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ۔ فَثَبَتَ مِنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ اَنَّ ضَمِيْرَ لَفْظِ مَوْتِهٖ لَايَرْجِعُ اِلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلْ يَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ فَاِلٰى اَيِّ ثُبُوْتٍ حَاجَةٌ بَعْدَ قِرَاءَةِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ بِقَوْمٍ طَالِبِيْنَ۔ ثُمَّ مَعَ ذَالِكَ قَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ التَّفْسِيْرِ فِيْ مَرْجِعِ ضَمِيْرِ بِهٖ فَقَالَ بَعْضُهُمْ

آیت قبل موته کے معنوں میں ابوہریرہؓ کے غلطی کھانے پر دوسرا قرینہ حضرت ابیؓ بن کعب کی قرأت موتہم ہے۔ وہ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ پس اس قرأت سے ثابت ہو گیا کہ مَوْتِهٖ کے لفظ میں ضمیر عیسٰی علیہ السلام کی طرف نہیں جاتی بلکہ اہل کتاب کی طرف جاتی ہے پس طالبانِ حق کے لیے ابیؓ ابن کعب کی قرأت کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت ہے؛ علاوہ ازیں مفسرین نے بھی بہ کی ضمیر کے مرجع کے بارہ اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض نے

إنّ هٰذا الضمیر الّذی یُوجد فی آیة لیُؤمننّ بہٖ راجعٌ إلی نبیّنا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وھٰذا أرجح الأقوال وقال بعضھم إنّہٗ راجع إلی الفرقان وقال بعضھم إنّہٗ راجع إلی اللّٰہ تعالٰی وقیل إنّہٗ راجع إلی عیسٰی وھٰذا أقول ضعیف مّا التفت إلیہ أحدٌ مّن المحقّقین۔ فیا حسرۃً علٰی أعدائنا المخالفین أنّھم یترکون القرآن وبیّناتہٖ بل قلوبھم فی غمرۃٍ مّن ھٰذا ویقولون بأفواھھم إنّا نتّبع أخبار رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ولیسوا بمتّبعین۔ بل یترکون أقوالًا ثابتۃً مّن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و یُبدّلون الخبیث بالطّیّب ویکتمون الحقّ وکانوا عارفین۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۷-۴۸)

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اسی لیے زور دیا ہے کہ تا آیندہ زمانہ میں ایسے لوگوں پر حجت ہو جائے جو ناحق اس دھوکہ میں مبتلا ہونے والے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مسیح کی حیات پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور جو دلائل پیش کرتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر سخت درجہ کی غباوت غالب آگئی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ آیت وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ حضرت مسیح کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور ان کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے مگر افسوس کہ وہ اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں جس حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[1] جس کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک بغض اور دشمنی رہے گی تو اب بتلاؤ کہ جب تمام یہودی قیامت سے پہلے ہی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں گے تو پھر بغض اور دشمنی قیامت تک کون لوگ کریں گے۔ جب یہودی نہ رہے اور سب ایمان لے آئے تو پھر بغض اور دشمنی کے لیے کون موقعہ اور محل رہا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[2] اس کے بھی یہی معنے ہیں جو اوپر گذر چکے اور وہی اعتراض ہے جو اوپر بیان ہو چکا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[3] اس جگہ کفر والے سے مراد بھی یہود ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محض یہودیوں کے لیے آئے تھے اور اس آیت میں وعدہ ہے کہ

کہا ہے کہ یہ ضمیر جو لیُؤمننّ بہٖ میں پائی جاتی ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتی ہے اور یہ سب سے زیادہ مرجّح قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر قرآن کریم کی طرف جاتی ہے اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے اور بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن یہ ایک ضعیف قول ہے جس کو کسی محقق نے قابل اعتنا نہیں ٹھہرایا۔ پس ہمارے مخالف دشمنوں پر افسوس ہے کہ وہ قرآن کریم اور اس کے بیّنات کو چھوڑتے ہیں۔ بلکہ اس کے متعلق ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے مونہوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی پیروی کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ پیروی کرنے والے نہیں۔ بلکہ وہ ایسے اقوال کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور طیّب کے بدلے خبیث کو اختیار کرتے ہیں اور جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپاتے ہیں۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۷-۴۸)

---

[1] المائدہ آیت ۶۵ [2] المائدہ آیت ۱۵ [3] آل عمران آیت ۵۶

حضرت مسیح کو ماننے والے یہود پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اب تبلاؤ کہ جب ان معنوں کے رو سے جو ہمارے مخالف آیت و ان من اہل الکتاب کے کرتے ہیں تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو پھر یہ آیتیں کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کی قیامت تک باہم دشمنی رہے گی اور نیز یہ کہ قیامت تک یہود ایسے فرقوں کے مغلوب رہیں گے جو حضرت مسیح کو صادق سمجھتے ہوں گے۔ ایسا ہی اگر مان لیا جاوے کہ حضرت مسیح زندہ بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے تو پھر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي[1] کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد عیسائی بگڑ گئے جب تک کہ وہ زندہ تھے عیسائی نہیں بگڑے۔ اور پھر اس آیت کے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ[2] کہ زمین پر ہی تم زندگی بسر کرو گے اور زمین پر ہی مرو گے۔ کیا وہ شخص جو اٹھارہ سو برس (۱۸۰۰) سے آسمان پر بقول مخالفین زندگی بسر کر رہا ہے وہ انسانوں کی قسم میں سے نہیں ہے اگر مسیح انسان ہے تو نعوذ باللہ مسیح کے اس مدت دراز تک آسمان پر ٹھہرنے سے یہ آیت جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اگر ہمارے مخالفوں کے نزدیک انسان نہیں ہے بلکہ خدا ہے تو ایسے عقیدہ سے وہ خود مسلمان نہیں ٹھہر سکتے پھر یہ آیت قرآن شریف کی کہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ[3] جس کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کی خدا کے سوا تم عبادت کرتے ہو وہ سب مر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں صاف تبلا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۵-۱۲۶)

بعض لوگ محض نادانی سے یا نہایت درجہ کے تعصّب اور دھوکہ دینے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر اس آیت کو بطور دلیل لاتے ہیں کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور اس سے یہ معنے نکالنا چاہتے ہیں کہ اُس وقت تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوں گے جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں لیکن ایسے معنے وہی کریگا جس کو فہم قرآن شریف سے پورا حصّہ نہیں ہے یا جو دیانت کے طریق سے دُور ہے کیونکہ ایسے معنے کرنے سے قرآن شریف کی ایک پیشگوئی باطل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ[4] اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[5]۔ ان آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے پس اگر آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ قیامت سے پہلے تمام یہودی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت یہود و نصاریٰ کا بُغض باہمی دُور بھی ہو جائے گا اور یہودی مذہب کا تخم زمین پر نہیں رہے گا حالانکہ قرآن شریف کی ان آیات سے اور کئی اور آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی مذہب قیامت تک رہے گا۔ ہاں ذلت اور مسکنت اُن کے شامل حال ہو گی اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے پس آیت ممدوحہ بالا کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اہل کتاب میں سے ہے وہ اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آویں گے۔ غرض موتہٖ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے نہ حضرت عیسیٰ کی طرف۔ اسی وجہ سے اس آیت کی دوسری قرأت میں مَوْتِهِمْ واقع ہے اگر حضرت عیسیٰ کی طرف یہ ضمیر پھرتی

---

[1] المائدہ آیت ۱۱۸ ؛ [2] الاعراف آیت ۲۶ ؛ [3] النحل آیت ۲۲ ؛ [4] المائدہ آیت ۱۵ ؛ [5] المائدہ آیت ۶۵ ؛

تو دوسری قرأت میں قبل موتہم کیوں ہوتا ؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درائت پر محدثین کو اعتراض ہے ابوہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درائت اور فہم سے بہت ہی کم حصّہ رکھتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کیے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درائت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہؓ ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ یہ مسلّم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجّت نہیں ہو سکتی۔ شرعی حجّت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔ سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہؓ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جبکہ آیت قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابوہریرہ کا اپنا قول ردّ کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابوہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جا بجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے اُن کا بکلی استیصال نہیں ہوگا۔ اور ابوہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اُس کو چاہیئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قرأت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے اور اس جگہ آیت قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اس صورت میں ابوہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے فلا شک انہ باطل ومن تبعہ فانہ مفسد بطّال۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۲۳۳-۲۳۵)

یہ عقیدہ کھلے طور پر قرآن شریف کے مخالف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ سب لوگ حضرت عیسیٰ کو قبول کر لیں گے۔

(حقیقۃ الوحی صـ۳۴)

"دنیا میں خدا پر ایمان لانے کا یہ اجر ملتا ہے کہ ایسے شخص کو خدا تعالیٰ پوری ہدایت بخشتا ہے اور ضائع نہیں کرتا اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی وہ لوگ جو درحقیقت اہل کتاب ہیں اور سچے دل سے خدا پر اور اُس کی کتابوں پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں وہ آخر کار اس نبی پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہاں خبیث آدمی جن کو اہل کتاب نہیں کہنا چاہیئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ (حقیقۃ الوحی صـ۱۴۵)

یعنی ایسا کوئی اہل کتاب نہیں جو اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے۔ اور تفاسیر میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کو یہ الہام اس وقت ہوتا ہے جب وہ جان کندن کی حالت میں ہوتے ہیں یا موت کا وقت بہت قریب ہوتا ہے اور اب ظاہر ہے کہ وہ تبھی ایمان لاتے ہیں جب اُن کو منجانب اللہ الہام ہوتا ہے کہ فلاں

رسول سچا ہے مگر اس الہام سے وہ خدا کے برگزیدہ نہیں ٹھہر سکتے اور خدا تعالیٰ کی سنّت اسی طرح جاری ہے کہ موت کے قریب اکثر لوگوں کو کوئی خواب یا الہام ہو جاتا ہے اس میں کسی مذہب کی خصوصیت نہیں اور نہ صالح اور نکوکار ہونے کی شرط ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۱-۱۲۲)

وَاَمَّا اِیْمَانُ اَھْلِ الْکِتَابِ کُلِّھِمْ بِعِیْسٰی کَمَا ظَنُّوْا فِیْ مَعْنَی الْاٰیَۃِ الْمَذْکُوْرَۃِ فَاَنْتَ تَعْلَمُ حَقِیْقَۃَ اِیْمَانِھِمْ لَا حَاجَۃَ اِلَی التَّذْکِرَۃِ۔ وَتَعْلَمُ اَنَّ اَفْوَاجًا مِّنَ الْیَھُوْدِ قَدْ مَاتُوْا وَلَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَا تُحَرِّفْ کَلَامَ اللّٰہِ لِعَقِیْدَۃٍ ھِیَ بَاطِلَۃٌ بِالْبَدَاھَۃِ۔ وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ فَکَیْفَ الْعَدَاوَۃُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِعِیْسٰی اَلَمْ یَبْقَ فِیْ رَاْسِکُمْ ذَرَّۃٌ مِّنَ الْفِطْنَۃِ۔ اَلَیْسَ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ رَدٌّ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ جَمِیْعَ فِرَقِ الْیَھُوْدِ یُؤْمِنُوْنَ بِعِیْسٰی فَمَا لَکُمْ تُخَالِفُوْنَ النَّصَّ الَّذِیْ ھُوَ اَظْھَرُ وَاَجْلٰی۔ فَاَیُّ اٰیَۃٍ بَقِیَتْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ بِھَا تَتَمَسَّکُوْنَ۔ (الاستفتاء صفحہ ۴۹ شمولہ حقیقۃ الوحی)

ہمارے مخالف اس آیت کو بھی پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب مومن ہو جائیں گے ان کو اتنا معلوم نہیں کہ مَوْتِہٖ کی ضمیر اس طرف نہیں جاتی۔ تفسیر مظہری میں اس آیت پر خوب بحث کی گئی ہے اور انہوں نے دوسری قرأت قَبْلَ مَوْتِھِمْ کی لکھی ہے اور ابوہریرہ کی حدیث جو اس کی تائید میں مخالف پیش کرتے ہیں اس پر بھی جرح کی گئی ہے خود انہوں نے مانا ہے کہ ابوہریرہ کی درایت ٹھیک نہیں۔

علاوہ بریں یہ معنی قرآن شریف کے صریح مخالف ہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام ہی کو مخاطب کر کے فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[۵۱]۔ اب اس آیۃ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ منکرین کا وجود قیامۃ تک رہے گا۔ کیونکہ اگر منکرین ہی کا وجود نہیں تو پھر غلبہ کیسا؟ پھر دوسری جگہ فرمایا وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ[۵۲] اور پھر تیسری جگہ فرمایا فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ[۵۳] ان سب آیتوں پر یکجائی نظر کرنے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ کُل فرقے باقی رہیں گے یہ کہنا کہ کُل مسلمان ہو جائیں گے غلط ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

تمام اہل کتاب کا حضرت عیسٰی پر ایمان لے آنا جیسا کہ آیت مذکورہ کے بارہ میں ان کا خیال ہے تو تم ان کے ایمان کی حقیقت کو جانتے ہو اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیز تم یہ بھی جانتے ہو کہ فوج در فوج یہودی فوت ہو چکے ہیں اور وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے تھے پس تو اس عقیدہ کی خاطر جو بالبداہت باطل ہے اللہ کے کلام میں تحریف نہ کر۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ اَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ پھر ایمان لانے کے بعد مسیح سے عداوت کیسی۔ کیا تمہارے سروں میں ذرا بھی سمجھ نہیں رہی۔ کیا اس آیت میں ان تمام لوگوں کا ردّ نہیں ہے جو گمان کرتے ہیں کہ تمام فرقہائے یہود حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک ایسی نص کی مخالفت کرتے ہو جو نہایت واضح اور روشن ہے تمہارے پاس وہ کونسی آیت ہے جس سے تم یہ استدلال کرتے ہو۔ (الاستفتاء صفحہ ۴۹)

---

[۵۱] اٰل عمران آیت ۵۶ ۞ [۵۲] المائدہ آیت ۶۵ ۞ [۵۳] المائدہ آیت ۱۵ ۞